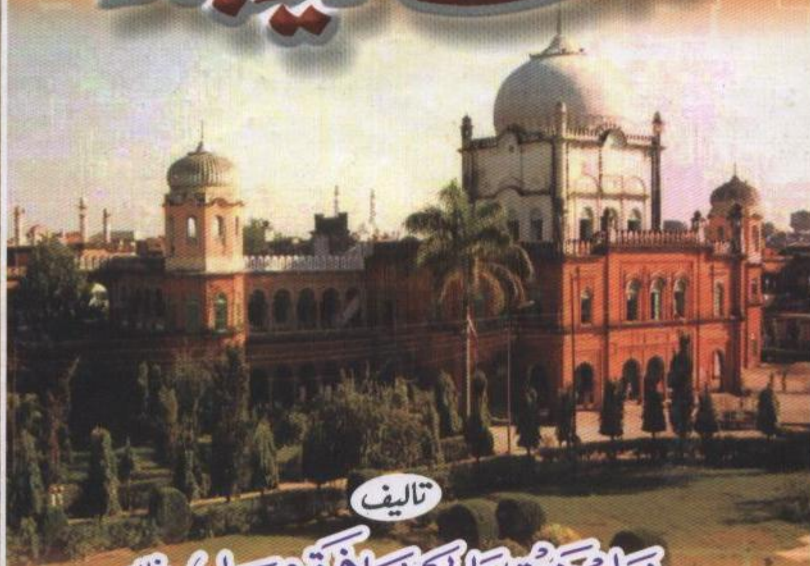
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں ان کے درمیان صلح کراؤ!

تہمتِ وہابیت

اور

علمائے دیوبند



تالیف

جناب حضرت نثار احمد خان فتحی صاحب مدظلہ العالی

پسند فرمودہ

حضرت مفتی عبد المجید دین پوری مد ظلہ

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾

''تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں ان کے درمیان صلح کراؤ۔''

تہمتِ وہابیت
اور
علمائے دیوبند

تالیف

جناب حضرت نثار احمد خان فتحی مدظلہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی نمبر ۵

فون: ۰۲۱۳-۴۹۳۵۴۹۳

۰۳۲۱-۲۲۷۷۹۱۰

نام کتاب .... تہمت وہابیت اور علمائے دیوبند

مؤلف .... جناب حضرت نثار احمد خان فتحی مدظلہ

ناشر .... مکتبة الشیخ ۳/۴۴۵ بہادرآباد کراچی

اسٹاکسٹ: **مکتبہ خلیلیہ**

دکان ۱۹، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔

دیگر ملنے کے پتے

کتب خانہ اشرفیہ .... اُردو بازار، کراچی

زم زم پبلشرز .... اُردو بازار، کراچی

کتب خانہ مظہری .... گلشن اقبال، کراچی

اقبال بک سینٹر .... صدر، کراچی

دارالاشاعت .... اُردو بازار، کراچی

اسلامی کتب خانہ .... بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتبہ انعامیہ .... اُردو بازار، کراچی

مکتبہ عمر فاروق .... شاہ فیصل کالونی، کراچی

مکتبہ رحمانیہ .... لاہور

ادارہ اسلامیات .... لاہور

مکتبہ قاسمیہ .... لاہور

مکتبہ حرمین .... لاہور

المیزان .... لاہور

مکتبہ حقانیہ .... ملتان

مکتبہ رشیدیہ .... کوئٹہ

فہرستِ مضامین

دوسرا باب





پسند فرمودہ

حضرت مفتی عبد المجید دین پوری صاحب مدظلہ

رئیس دار الافتاء بنوری ٹاؤن، کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلّیاً و مسلّماً وبعد

کتاب ''تہمتِ وہابیت اور علماء دیو بند'' (مؤلفہ الحاج جناب نثار احمد خان فتحی مدظلہٗ) بندہ کو دی گئی کہ بندہ اس کو پڑھ کر کوئی رائے قائم کر سکے۔ بندہ اپنی تدریسی اور افتائی خدمات اور دیگر ذمّہ داریوں کے باعث اس کتاب کا مطالعہ نہ کر سکا۔ تاہم چندہ مقامات کو سنا۔

اگر چہ اس کتاب سے بالکل متفق ہونا بھی ضروری نہیں۔ تاہم ان مقامات کو سننے سے اندازہ ہوا کہ مؤلف محترم الحاج نے عوامی انداز میں جو کاوش کی ہے ان شاء اللہ عوام الناس اس سے مستفید ہو سکیں گے۔

سببِ تالیف

اس عاجز گنہگار کو اپنی زندگی میں مختلف مکتبِ فکر کے لوگوں سے سابقہ پڑا۔ جب بھی بات مذہب پر آئی اکثر لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسلک دیو بند کے علماء اور لوگ سب وہابی ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ لوگ درود شریف نہیں پڑھتے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ لوگ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ لوگ اولیاء اللہ اور وسیلہ کے منکر ہیں۔ جب بھی کسی سے پوچھا کہ بھائی یہ بات آپ کو کیسے معلوم ہوئی؟ تو سب کا مشترکہ جواب یہ ہوتا ہے ''ہم تو یہی سنتے چلے آرہے ہیں۔''

اس افسوسناک صورتحال نے مجھے مجبور کیا کہ میں ان بھائیوں کی غلط فہمی دور کر کے ان کو تہمت اور بہتان کے گناہِ کبیرہ سے بچانے کے لیے ان الزامات کی حقیقت بیان کردوں۔ یہی اس کتاب کی تالیف کا سبب ہے۔

یہ بھی اُمید ہے کہ ارشادِ ربانی ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ پر عمل کا کچھ ثواب بھی میرے نصیب میں آجائے۔

وما علینا إلا البلاغ

واحسرتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق تعالیٰ شانہٗ نے ﴿اِجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ﴾ فرما کر اُمتِ مسلمہ کو بدگمانی جیسے گناہ سے بچنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ بدگمانی سے دوستوں کی دوستی دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ بھائی اپنے ہی بھائی کی جان کے درپے ہو جاتا ہے۔ ماں باپ اور اولاد کے درمیان محبت کے بجائے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ میاں بیوی کے برسوں کے تعلقات ذرا سی دیر میں ختم ہو جاتے ہیں۔ معاشرے کے مختلف طبقوں میں بدگمانی کے سبب بغض وعناد اور لڑائی جھگڑے یہاں تک کہ قتال کی نوبت آ جاتی ہے اور نفرتوں کی وہ آگ پیدا ہوتی ہے جو قوم کے اتحاد، محبت، یکجہتی اور اس کی طاقت وقوت کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔

افسوس! بدگمانی کے اس گناہ میں ملوث ہو کر اُمتِ مسلمہ بھی مختلف جماعتوں میں بٹ گئی اور کافر لوگ اپنی تمام حربی قوت اور فوجی برتری کے باوجود مسلمانوں کو وہ نقصان نہ پہنچا سکے جو مسلمانوں کو اس بدگمانی کی وجہ سے پہنچا۔

سب سے بڑی بدگمانی اور نفرت جو مسلمانوں کے درمیان پھیلائی گئی وہ بعض علمائے دیوبند پر کفر اور وہابیت کے فتوے تھے۔ اس سلسلے میں بدگمانی کا لفظ ہم نے اس لیے استعمال کیا کہ جن تحریروں پر یہ فتوے دیے گئے ان کے متعلق کبھی لکھنے والے سے فتویٰ دینے والے نے کچھ نہیں پوچھا، کوئی سوال نہیں کیا، کوئی وضاحت نہیں مانگی نہ اس سے اس کی مراد پوچھی

جیسے کہ فنِ افتاء کا طریقہ ہے۔ بلکہ اپنی طرف سے ان کی تحریروں کو کاٹ چھانٹ کے فتوے کے ساتھ شائع کر دیا اور سب وشتم، گالی گلوچ، بدتہذیبی اور ناشائستگی کا وہ طوفان اٹھا کہ الامان والحفیظ. ان فتاویٰ کی زبان اور شائستگی کے کچھ نمونے دیکھئے:

۱- ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، پنج پیری، چکڑالوی یہ سب مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان، محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا۔

(ملفوظات مولوی احمد رضا خان حصہ دوم)

۲- مرتد مرد ہو یا عورت۔ مرتدوں میں سب سے بدتر منافق ہے۔ اس کی صحبت ہزار کافروں کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے خصوصاً وہابیہ، دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خالص اہل سنت والجماعت کہتے ہیں، حنفی کہتے ہیں، چشتی، نقشبندی کہتے ہیں۔ نماز روزہ ہمارا سا کرتے ہیں۔ ہماری کتابیں پڑھتے ہیں اور اللہ اور رسول کو گالیاں دیتے ہیں یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔

(احکام شریعت حصہ اوّل صفحہ ۶۱)

۳- رافضی، غیر مقلد، پنج پیری، وہابی، دیوبندی ان سب کے ذبیحے محض نجس مردار اور حرام ہیں اگرچہ لاکھ بار اللہ کا نام لیں یہ سب مرتد ہیں۔

(احکام شریعت حصہ اوّل)

۴- غلام احمد قادیانی اور رشید احمد گنگوہی اور جو اسکے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال بلکہ جو ان کے کفر میں شک

کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں ان کو کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔(حسام الحرمین)

یہ چند عبارتیں مولوی احمد رضا خان کی ہیں (اللہ ان پر رحم فرمائے) اب مشہور و معروف کتاب تجانب اہل سنت کی چند تحریریں ملاحظہ فرمائیں:

۱- مسٹر جینا (قائداعظم محمد علی جناح) اپنے عقائدِ کفریہ قطعیہ کی بناء پر قطعاً مرتد اور خارج اَز اسلام ہے۔صفحہ ۱۲۲

۲- مولوی شبلی اور الطاف حسین حالی اور مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال ان کی صلح کلیت اپنی حد سے گزر کر نیچیریت اور دہریت تک پہنچی ہوئی ہے۔صفحہ ۲۸۹

۳- وہابیہ، دیوبندیہ وقادیانیہ، روافض و خاکساریہ وچکڑالویہ و احراریہ وجنادھاریہ (حسن نظامی اور ان کے مرید) آغا خانیہ وغیر مقلدین و وہابیہ نجدیہ اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بناء پر بحکم شریعت قطعاً اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں جو مسلمان ان میں سے کسی کی یقینی اطلاع رکھتے ہوئے ان کو مسلمان کہے یا ان کے کافر اور مرتد ہونے میں شک رکھے یا کافر اور مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی یقیناً کافر اور مرتد ہے اور اگر بے توبہ مرا تو مستحق نار ابد۔صفحہ ۲۵۳

۴- فرقہ احرار اشرار بھی فرقہ نیچیریہ کی ایک شاخ ہے اس ناپاک فرقے کے بڑے بڑے کتے یہ ہیں امام الخوارج مبلغ وہابیہ عبدالشکور کاکوروی، صدر مدرسہ دیوبند حسین احمد مدنی، شبیر احمد عثمانی، عطاء اللہ بخاری، حبیب الرحمٰن لدھیانوی، احمد سعید دہلوی، مفتی کفایت اللہ، عبدالغفار سرحدی گاندھی اور اس فرقے کا سرغنہ ابوالکلام آزاد ہے جو امام

الاحرار کہلاتا ہے۔صفحہ ۱۶۰

یہ اقتباسات مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''راہِ سنت'' سے لیے ہیں۔

یہ چند تحریریں بطورِ نمونہ ہم نے پیش کی ہیں جس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ جن بزرگوں پر کفر کی تہمت لگائی گئی ہے ان کے لاکھوں کروڑوں مریدین اور محبت و عقیدت رکھنے والوں کے دل پر کیا گزری ہوگی؟ نہ صرف یہ بلکہ آج تک جب بھی ان کی کتاب شائع ہو، رسالہ ہو، جلسہ ہو، تقریر ہو، اس میں علمائے دیوبند اور ان کے عقیدت مندوں پر سب و شتم ضرور ہوگا اور ان کو بد مذہب، بدعقیدہ، گستاخ رسول اور وہابی کہنا گویا بریلوی مسلک کا ایک دینی فریضہ ہے۔جس طرح شیعہ حضرات صحابہ کو برا کہنا اپنی دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔

مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار نے علمائے بریلوی کے اس طرزِ عمل کا اظہار اپنے اس شعر میں کیا ہے۔

مشغلہ ان کا ہے تفسیق مسلمانانِ ہند
ہے وہ کافر جس کو ہو ان سے ذرا بھی اختلاف

خود بریلوی مفتی شجاعت علی قادری صاحب کا بیان ہے کہ خانصاحب بریلوی کے اختلاف سے محفوظ رہنے والے کسی فقیہ کا سراغ لگانا بہت مشکل ہے۔مفتی صاحب فتاویٰ رضویہ کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف کیا ہے؟ بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کون سا فقیہ ہے جس سے خاں صاحب نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو۔اگر ایسا کوئی نکل آیا تو

یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی۔

(پیش لفظ فتاویٰ رضویہ جلدپنجم حصہ اوّل، صفحہ ۳۰ مطبوعہ لاہور)

شیخ محمد اکرام اپنی کتاب ''موج کوثر'' میں رقمطراز ہیں:

صوبجاتِ متحدہ کی جس بستی رائے بریلی میں مولانا سید احمد بریلوی پردہ عدم سے ظہور میں آئے تھے اس کی ایک ہم نام بستی بانس بریلی میں ۱۲۷۲ھ میں ایک عالم پیدا ہوئے۔ مولوی احمد رضا خان انہوں نے کوئی پچاس کے قریب کتابیں مختلف نزاعی اور علمی مباحث پر لکھیں اور نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی وہ تمام رسوم فاتحہ خوانی، چہلم، برسی، گیارہویں، عرس، تصورِ شیخ، قیام میلاد، استمداد از اہل اللہ اور گیارہویں کی نیاز وغیرہ کے قائل ہیں ان کے اختلاف صرف وہابیوں ہی سے نہیں بلکہ وہ دیوبندیوں کو بھی غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں۔ بعض بریلوی تو شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ جیسی ہستیوں کو بھی کافر کہنے میں تامل نہیں کرتے۔ (موج کوثر: صفحہ ۷۰)

اس کے برعکس آپ مسلک دیوبند کی کتابیں مطالعہ کریں ہزاروں کتابیں پڑھ جایئے مگر کسی کتاب، مضمون، تقریر یا رسالے میں کسی بریلوی عالم یا ان کے مسلک سے متعلق اوّل تو کوئی تذکرہ نہیں ملے گا اگر کہیں ضمنی طور پر تذکرہ ہوگا بھی تو اوّل تو بہت مختصر اور وہ بھی نہایت شائستگی کے ساتھ (اس کی مثالیں آگے ہم نے پیش کی ہیں) ان کی زبانیں متین، کلام مہذب، لب ولہجہ شائستہ اور انداز حلم وبردباری کا ہے۔ ان کی تصانیف میں، ان کی تقاریر میں کبھی غیظ وغضب کا اظہار نہیں۔ کسی بھی موقع پر وہ جذباتی اور اشتعال انگیزی کر کے اُمت مسلمہ میں تفریق ڈالنا گوارا نہیں کرتے کیونکہ ان کی حجت کتاب وسنت ہے۔ جس

کی روشنی میں وہ اپنے مدعا کو ثابت کرتے ہیں اس عمل میں ظاہر ہے کہ بدتہذیبی اور ناشائستگی کی قدرتاً گنجائش ہو ہی نہیں سکتی۔ اس سلسلے میں حضرات دیوبند کی چند تحریریں ملاحظہ فرمائیں:

مخالفین سے متعلق علماءِ دیوبند کا طرزِ عمل

(۱) تذکرۃ الرشید:

میں لکھا ہے کہ مولانا مولوی سراج احمد صاحب نے ایک مرتبہ چاہا کہ مولوی احمد رضا خاں کی فحش گوئی کا ترکی بہ ترکی جواب دیا جائے تو حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میاں! کیا دھرا ہے ان قصوں میں؟ آدمی جس قدر وقت کسی کی برائی میں صرف کرے اتنے وقت اگر اللہ اللہ کرے تو کتنا نفع ہو؟'' بدگوئی اور خرافات نویسی کی انتہائی ایذائیں آپ کو مولوی احمد رضا خاں سے پہنچیں مگر آپ نے عمر بھر کبھی ایک کلمہ بھی ایسا نہیں کہا جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل بہت کثرت سے میلاد شریف پڑھتے ہیں اور دوسروں سے پڑھواتے ہیں آپ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ مولانا نے جواب دیا: ''ان کو حبِ رسول کا بڑا درجہ حاصل ہے دعا کرو کہ وہ مجھے بھی نصیب ہو جائے۔''

(۳) ایک پیر صاحب بازاری عورتوں کو بھی مرید کر لیتے تھے۔ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک صاحب نے ان کو برا کہا تو حضرت نے بہت ناراضگی سے فرمایا:

"تم نے ان کا عیب تو دیکھ لیا مگر یہ نہیں دیکھا کہ وہ راتوں کو اللہ کے سامنے عبادت گزاری اور گریہ وزاری کرتے ہیں۔"

(۴) مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے ایک مرید خاص امیر شاہ خاں نے ایک مرتبہ مولوی فضل رسول صاحب جو بریلوی مسلک کے تھے ان کا نام بگاڑ کر فضل رسول کی بجائے "فصل رسول" حرف ص کے ساتھ کہہ دیا۔ حضرت نانوتوی نے ناراض ہو کر فرمایا: "وہ جیسے بھی کچھ ہوں مگر تم تو قرآنی آیت ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ﴾ کے خلاف کر کے گناہ گار ہو ہی گئے۔"

(۵) جب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے ردِ بدعات پر کچھ رسالے لکھے تو دوسری طرف سے جواب میں سب وشتم سے بھرے ہوئے رسالے اور کتابیں شائع ہوئیں جو حضرت کے یہاں بھی آتی تھیں اور مولوی محمد یحیٰ صاحب پڑھ کر سناتے تھے کیونکہ حضرت کی بینائی میں فرق آ گیا تھا۔ کچھ دن ایسے گزرے کہ مولوی یحیٰ صاحب نے ایسا کوئی رسالہ نہیں سنایا تو حضرت نے پوچھا کہ مولوی یحیٰ! کیا ہمارے دوست نے ہمیں یاد کرنا چھوڑ دیا ہے۔ بہت دنوں سے ان کا رسالہ نہیں آیا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا رسالے تو بہت آتے ہیں مگر وہ مجھ سے پڑھے نہیں جاتے کیونکہ ان میں گالیاں بھری ہوتی ہیں۔ آپ نے اوّل تو فرمایا کہ ارے میاں! کہیں دور کی گالی بھی لگا کرتی ہے۔ پھر فرمایا وہ ضرور سناؤ ہم تو اس نیت سے سنتے ہیں کہ ان کی کوئی بات قابلِ قبول ہو تو قبول کر لیں اور ہماری کسی غلطی پر تنبیہ کی گئی ہو تو اپنی اصلاح کر لیں۔

(٦) حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غیر مقلدی بے عقلی کی دلیل ہے

بے دینی کی نہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک غیر مقلد کو بیعت کیا تھا اور اس کو یہ وصیت کی تھی کہ میلاد اور فاتحہ پڑھنے والوں کو عموماً کبھی برا نہ کہنا کیونکہ ان میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جن کی نیت بھی نیک ہے اور عقیدہ بھی صحیح ہے۔

(۷) مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کانپور میں ایک شخص نے میرے سامنے اہل بدعت کو برا کہنا شروع کیا میں نے ان کی طرف سے تاویلات شروع کیں وہ سمجھا کہ میں بدعتی ہوں۔ پھر اس نے غیر مقلدوں کی برائیاں بیان کرنا شروع کیں میں نے ان کی طرف سے بھی تاویلات پیش کیں تو اس نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا آخر آپ کا مذہب کیا ہے۔ میں نے کہا میرا مذہب قرآن شریف کی یہ آیت ہے: ﴿كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ ترجمہ یہ ہے: "کہ ہو جاؤ تم اللہ کے لیے کھڑے ہونے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے۔ اگرچہ یہ گواہی خود تمہارے نفس ہی کے خلاف ہو" اور دوسری آیت کا ترجمہ ہے: "نہ بھڑکاوے تم کو غصہ کسی قوم کا اس بات پر کہ تم انصاف کرو (بلکہ) تمہیں انصاف ہی کرنا چاہیے وہی تقویٰ کے قریب ہے۔"

(۸) امیر الروایات میں ہے کہ مولانا احمد حسن شاگرد مولانا نانوتوی نے کہا حضرت! میں فلاں امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا وہ آپ کو کافر کہتا ہے۔ حضرت نانوتوی نے فرمایا مولوی احمد حسن! ہم تو سمجھے تھے کہ آپ مولوی ہو گئے ہیں لیکن تم ابھی جاہل ہو بھلا قاسم کو کافر کہنے سے کوئی شخص اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز ناجائز ہو جائے بلکہ یہ تو اس کے تدین کی علامت ہے کہ ان کو ہمارے متعلق کوئی روایت ایسی پہنچی ہو گی گو وہ روایت غلط ہے، ہم تو ضرور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے چنانچہ آپ نے تمام رفقاء کے ساتھ اس امام

کے پیچھے نماز پڑھی۔

(۹) عید کی نماز کے وقت لوگوں نے جمع ہو کر مولانا شاہ اسماعیل شہید سے عرض کیا کہ امام عیدگاہ بدعتی ہے ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے عید کی نماز کا بندوبست کسی دوسری جگہ کرنا چاہیے۔حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

''جماعت میں تفرقہ ڈالنے والوں پر لعنت آئی ہے، ہم تفرق بین المسلمین کا باعث نہیں بنیں گے۔ امام عیدگاہ ہمارے چچا شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد ہیں وہ یہ باتیں نفسانیت کی وجہ سے کہتے ہیں عقیدے کی بنا پر نہیں کہتے۔(امام عیدگاہ وہ تھے جو یہ کہتے تھے کہ مولوی اسماعیل جس کو حرام کہے گا وہ میرے نزدیک حلال اور جس کو حلال کہے گا وہ میرے نزدیک حرام) ایسے مخالف کے قول کی تاویل کر کے اس کو فسادِ عقیدہ سے بچالیا۔

(۱۰) مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کو جب مولانا احمد رضا خاں کے انتقال کی خبر ملی تو آپ نے إنا لله وإنا إليه راجعون پڑھ کر فرمایا:''فاضل بریلوی نے ہمارے بعض بزرگوں اور اس ناچیز کے بارے میں جو فتوے دیے ہیں وہ سب رسول اللہ ﷺ کی محبت کے جذبے سے مغلوب ہو کر دیے ہیں۔اس لیے ان شاء اللہ تعالیٰ عند اللہ معذور اور مرحوم و مغفور ہوں گے۔میں اختلاف کی وجہ سے بدگمانی نہیں کرتا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ الجامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں کہ جن علماء نے ہمارے بعض بزرگوں کے متعلق کفر کے فتوے دیے ہیں، ہم ان حضرات کے بارے میں نیک گمان رکھتے ہیں اور یہ نیک گمان حسن ظن کے طور پر نہیں ہے ہماری تحقیق یہی ہے کہ یہ حضرات سچے مومن اور مسلمان ہیں چونکہ نوعیت مسلمہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان میں

گستاخی ہمارے اور ان کے نزدیک متفقہ طور پر کفر ہے۔ان کو بعض عبارات سے اس قسم کا وہم ہوا ہے اور انہوں نے حضور ﷺ کی محبت میں مغلوب ہو کر کہا ہے اور مجذوب ہو یا مغلوب دونوں ہی مرفوع القلم ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے حضور ﷺ کی نعت و مدحت میں اور آپ کی فضیلت اور مرتبہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ جو عبارات بطورِ اعتراض پیش کی جاتی ہیں ملا کر پڑھی جائیں تو بات پوری طرح سمجھ میں آجاتی ہے اور کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

قارئین حضرات! آپ کی خدمت میں علمائے دیوبند کی کچھ تحریریں جو انہوں نے اپنے مخالف مسلک کے علماء کے متعلق اپنی کتابوں میں لکھی ہیں ہم نے پیش کیں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ علمائے دیوبند اپنے مخالف کے ردعمل میں جذبات سے مغلوب نہیں ہوتے اور تہذیب، شرافت اور شائستگی کی روش کو نہیں چھوڑتے۔ جہاں تک اختلاف کا تعلق ہے تو اختلاف کا ہونا ایک فطری امر ہے۔انسانوں کی صورتیں، مزاج اور طبیعتیں مختلف ہیں اس لیے دین فطرت میں اس کا ہونا ضروری تھا۔حضور ﷺ نے اختلاف کو رحمت فرمایا ہے اس لیے نفس اختلاف مذموم نہیں کیونکہ اس سے علم و حکمت کے دروازے کھلتے ہیں۔ تحقیق و تدقیق کے میدان سامنے آتے ہیں مگر ہمارے زمانے میں کچھ لوگ اختلاف کے ساتھ نفسانیت اور ذاتی بغض و عناد بھی شامل کر دیتے ہیں۔جس کی وجہ سے فساد اور تکفیر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور یہی چیز ہر قوم کے لیے زہر ہلاہل اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے غیر قوموں کا محکوم اور غلام بنادیتی ہے۔

مشہور مستشرق (Orienthlist) پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ عیسائیوں کے زوال اور

مسلمانوں کی فتوحات کی وجوہات بتاتے ہوئے لکھتا ہے: ''جن عیسائی ملکوں پر مسلمانوں کا پہلا حملہ ہوا وہاں کے باشندوں کی حالت یہ تھی کہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کا مخالف تھا اور مسیحی علماء ایک دوسرے کے ساتھ دینی عقائد کے دقیق مسائل پر آپس میں لڑ رہے تھے اور مذہبی اختلاف کی خرابیاں اس قدر بڑھ گئیں تھیں کہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کی شکست اور تکلیف پر خوش ہوتا تھا۔ اس عمل کے نتیجے میں بہت سے عیسائی اپنے مذہب سے بیزار ہو کر توحید الٰہی کے سیدھے سادے عقیدے کی پناہ میں آگئے۔

یورپ میں اختلافِ مسلک:

یورپ میں اختلافِ مسلک پر جو خون کی ہولی کھیلی گئی وہ بڑی عبرت ناک ہے۔ ۱۲۷۸ء میں ایک ''مجلس تفتیش و احتساب'' (Enquisition) قائم کی گئی اس مجلس یا عدالت کا کام یہ تھا کہ جو شخص بھی مسیحی عقائد کے خلاف کوئی بات کہے۔ کتاب لکھے یا تقریر کرے اس کو گرفتار کر کے عمر قید، قتل یا آگ میں جلائے جانے کی سزا دی جائے۔ چونکہ اس وقت سارا اقتدار کلیسا کے پوپ کا تھا اس لیے مذہب کے نام پر لوگوں پر وہ ظلم کے پہاڑ توڑے گئے کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ محکمہ احتساب کی سفاکیوں کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ۱۴۸۱ء سے ۱۸۰۸ء تک اس نے تین لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو مختلف سزائیں دیں ان بدنصیبوں میں بتیس ہزار انسان ایسے تھے جنہیں زندہ جلایا گیا۔ اسپین کے محکمہ احتساب نے اپنی پہلی سالگرہ اس کارنامے سے منائی کہ ایک سال میں دو ہزار آدمیوں کو زندہ جلایا گیا اور سترہ ہزار کو بھاری جرمانے اور حبس دوام کی سزائیں دیں۔

پادری تارکوئی میڈا مجلس احتساب کا صدر تھا اس شخص نے اٹھارہ برس کے عرصے میں دس ہزار آدمیوں کو زندہ جلایا اور نوے ہزار انسانوں کو دوسری بھیانک سزائیں دیں۔ اس قسم کی آخری کونسل ۱۵۱۲ء میں بیٹھی تھی ان واقعات کے ردعمل میں عیسائیوں میں ایک نیا فرقہ پروٹسٹنٹ Protestent وجود میں آیا جنہوں نے یہ نامعقول اصول ماننے سے انکار کر دیا کہ آسمانی کتاب اور اس کے معنی اور تفسیر کا حق صرف پوپ کو ہے اور اس بات سے بھی انکار کیا کہ پوپ معصوم ہے اور اس کی ہر بات واجب الاطاعت ہے۔ اس فرقے کے وجود سے پورا کلیسا تھرا اُٹھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس تحریک سے ان کے توہمات اور اقتدار کی پوری عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔ اس لیے پوپ نے اس فرقے کو مٹانے کے لیے اپنی تمام سفاکانہ قوتوں سے کام لیا اور دونوں میں بھیانک لڑائیاں اور خونریزی ہوئی اور یورپ عرصے تک خون کے سمندر میں تیرتا رہا۔

ہند و پاکستان میں جو مذہبی تفرقہ بازی ہوئی اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے بیج بوئے گئے اس کے ردعمل میں قتل و غارت گری کی وہ صورت تو الحمد للہ نہیں پیدا ہوئی جو کلیسا یعنی پوپ اور عوام کے درمیان یورپ میں خونریزی کی شکل میں پیدا ہوئی تھی مگر یہ بھی اس لیے ہوا کہ مخالف فرقوں میں کوئی بھی صاحب اقتدار نہیں تھا مگر ان کی تحریریں ثابت کرتی ہیں کہ اگر اقتدار ان کے پاس ہوتا جیسے پوپ کے پاس تھا تو شاید ہندوستان بھی اس معاملے میں یورپ سے پیچھے نہیں رہتا اس کے ثبوت میں ذرا یہ واقعہ پڑھیے جو انتہائی عبرتناک اور افسوس ناک ہے۔

حنفی مذہب والوں کا خون حلال ہے:

سیدابوالحسن علی ندوی کے والد مولانا حکیم سید عبدالحئی رحمہ اللہ اپنے سفر نامہ ''دہلی اوراس کے اطراف''میں رقم طراز ہیں:

یہ قصہ مولوی عبدالعلی (شاگرد و مرید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ) صاحب نے بیان کیا کہ سبزی منڈی یہاں سے بہت قریب ہے اس محلّہ میں ایک مولوی صاحب آکر رہتے تھے وہ غیر مقلد تھے دن کو میاں صاحب کے مدرسے میں رہتے تھے اور رات کو وہاں کرایہ کا مکان تھا اس میں ایک بیوی صاحبہ بھی تھیں۔اسی محلّہ میں ایک بڑی عمر کے میاں جی رہتے تھے وہ پابند اوقات تھے محلّہ کے لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔

ایک دن ایک بوڑھی عورت نے ان سے آکر کہا کہ مولوی صاحب کی بیوی نے آپ کو بلایا ہے۔کھڑے کھڑے ذرا بات سن لیں۔میاں جی صاحب وہاں گئے۔پردے کے پاس بیوی صاحبہ نے آکر کہا کہ آپ باخدا اور نیک آدمی ہیں مجھ کو للّٰہ اس ظالم کے پنجے سے آزاد کرائیے۔میں اس کی مرید ہوں یہ شخص میرا پیر ہے۔میرے خاوند موجود ہیں۔یہ مجھے دھوکے سے نکال لایا ہے آپ میری مدد فرمائیں میاں جی کو سن کر بہت تعجب ہوا اور واقعی تعجب کی بات ہے۔میں نے یہاں تک جب قصہ سنا تو مجھے بھی تعجب ہوا۔مولوی صاحب فرمانے لگے کہ میاں جی نے اس کی تسلی تشفی کی اور چلے آئے لیکن موقع کے منتظر رہے۔ایک دن غیر مقلد مولوی صاحب سے تنہائی میں کہا مجھے آپ سے خلوت میں ایک راز کہنا ہے شرط یہ ہے کہ وہ آپ کسی پر ظاہر نہیں کریں گے آپ ہی تک رہے گا۔انہوں نے کہا فرمائیے ایسا ہی ہوگا۔میاں جی نے کہا کہ میں آپ کا ہم مذہب غیر مقلد ہوں مگر حضرت کیا کہوں اس

محلے کے لوگ ایسے سخت ہیں کہ آدمی کو جان سے مار دیتے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو پاتی اگر میں اظہار کروں تو خدا جانے میری کیا درگت بنے۔مولوی صاحب بولے آپ فکر نہ کریں اپنا مطلب بیان کریں۔

میاں صاحب نے کہا اصل بات یہ ہے کہ اس محلے میں ایک عورت سے مجھے انتہائی محبت ہے لیکن اس کا خاوند موجود ہے۔میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی تدبیر ہو جائے کہ وہ عورت میرے پاس آجائے اور شریعت میں بھی جائز ہو۔مولوی صاحب بولے یہ کوئی دشوار بات نہیں۔یہ لوگ یعنی حنفی المذہب مستحل الدم ہیں (یعنی ان کا خون حلال ہے) ان کا مال مالِ غنیمت ہے اور ان کی بیویاں ہمارے واسطے جائز ہیں آپ اس عورت کو قابو میں لا سکتے ہوں تو شوق سے لائیے۔

میاں صاحب نے کہا بس مجھ کو یہی چاہیے تھا اور وہاں سے واپس آگئے۔دوسرے وقت محلے کے بزرگ لوگوں سے پورا قصہ بیان کیا مگر یہ شرط کی کہ ان کو جان سے نہ مارا جائے۔اس عورت کے خاوند کو بلا کر سارے قصہ سے اس کو آگاہ کر دیا۔نماز کا وقت آیا تو مولوی صاحب آگے بڑھے تو ایک شخص نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور بری طرح مارا۔عورت اس کے خاوند کے حوالے کی۔مجھے اس قصے میں عورت کو نکالنے کے طریقہ پر اتنا تعجب نہیں ہوا جتنا تعجب اس بات پر ہوا کہ غیر مقلد حنفی حضرات کے خون کو حلال سمجھتے ہیں۔

قارئین حضرات! اب آپ خود نتیجہ نکال لیں کہ اگر ان کی حکومت ہو تو یہ حنفی حضرات کے ساتھ کس طرح پیش آئیں گے۔نجد کے عبدالوہاب کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

نفرت، عناد اور ذاتی عداوت نے بعض دین دار لوگوں کو اس قدر اندھا اور بے حس کر دیا

تھا کہ اپنے مخالف کو ذلیل اور نیچا دکھانے میں اس بات کی پروا بھی نہیں کرتے تھے کہ اس فعل سے مذہب اسلام کی سبکی ہوگی اور غیر قوم میں شعائرِ اسلام کا مذاق اڑائیں گی۔ ایک واقعہ سنیے:

شاہ اسحاق صاحب کے زمانے میں ایک انگریز پادری جو بہت مشہور اور قابل مانا جاتا تھا دہلی آیا اور علمائے اسلام کو مناظرہ کی دعوت دی۔ اس وقت کے کچھ مولویوں کو شاہ اسحاق صاحب سے کشیدگی تھی۔ انہوں نے پادری سے کہا تم شاہ اسحاق کو مناظرے کا چیلنج دو۔ ان لوگوں کی نیت یہ تھی کہ شاہ اسحاق چونکہ بہت سیدھے اور کم گو تھے اور زبان میں بھی لکنت تھی اس لیے پادری شاہ صاحب کو مات دے دے گا اس طرح ان کی تذلیل ہوگی۔

چنانچہ اس پادری نے شاہ اسحاق صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیا جس کو شاہ صاحب نے بے تکلف منظور کرلیا۔ اس پر بہت سے علماء نے شاہ صاحب سے کہا آپ نہ جائیں ہم آپ کی طرف سے کافی ہیں مگر شاہ صاحب نے فرمایا اس نے خاص طور پر مجھے للکارا ہے اس لیے میں ہی مقابلہ کروں گا۔

چنانچہ دہلی کے لال قلعہ میں سب لوگ جمع ہوگئے۔ مناظرے کے وقت جب پادری شاہ صاحب کے سامنے آیا تو خدا کی قدرت شاہ صاحب کا چہرہ دیکھتے ہی اس کے جسم پر لرزہ پڑ گیا۔ حواس باختہ ہوگئے اور ایک حرف بھی زبان سے ادا نہ کرسکا۔ جب کچھ دیر ہوگئی تو شاہ صاحب نے پادری سے کہا آپ پہلے کچھ فرمائیں گے یا میں ہی عرض کروں۔ اس نے کہا آپ ہی فرمائیں۔ شاہ صاحب نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کا رد ایسے بہترین دلائل کے ساتھ کیا کہ پادری ایک لفظ نہ بول سکا۔ اس نے شاہ

صاحب کی تقریر پر نہ تو کوئی اعتراض کیا اور نہ کوئی سوال کیا۔ جب تمام لوگوں پر پادری کا عجز ظاہر ہوگیا۔ تب شاہ صاحب نے ان لوگوں کی طرف جنہوں نے پادری کو ابھارا تھا اور شاہ صاحب کی ذلت کا تماشا دیکھنے آئے تھے متوجہ ہوکر فرمایا:

"اگر اسحاق کو شکست اور ذلت ہوتی تو کوئی بات نہ تھی مگر اسلام تو تمہارا بھی تھا۔"

(حکایاتِ اولیاء: صفحہ ۱۰۵)

غیر منقسم ہندوستان:

غیر منقسم ہندوستان میں تکفیر وتفسیق، فروعی اختلافات اور جماعتی عصبیت پر تبصرہ کرتے ہوئے سیرت محمد علی مونگیری میں لکھا ہے:

ہندوستان کے مقتدر علماء اور نامور شخصیات پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ پوری اُمت مقلدین اور غیر مقلدین میں تقسیم ہوگئی۔ اہل حدیث اور فقہ کے دو الگ الگ گروہ بن گئے اور ایک دوسرے سے اس طرح برسرپیکار ہوئے کہ گویا وہ دو مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں۔ ساری طاقت آمین بالجہر، فاتحہ اور رفع یدین پر صرف کردی گئی۔ فقہ کے جزئیات اور مختلف فیہ مسائل پر جن پر اسلام کی بقا اور ترقی کا انحصار نہ تھا بڑی بڑی مناظرانہ کتابیں شائع ہونے لگیں۔ جگہ جگہ مناظرے ہوئے اور طنز وتعریض کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا اور اس میں سخت تشدد اور مبالغے سے کام لیا گیا۔ مسجدیں تکفیر وتفسیق کا اکھاڑا بن گئیں جن کو فریقین ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے استعمال کرتے تھے مسجدوں پر لکھا جانے لگا یہ فلاں مسلک کی مسجد ہے اور یہ فلاں مسلک کی ایک دوسرے کی مسجد میں غلاظتیں پھینکنے کی وارداتیں بھی ہونے لگی تھیں۔

انگریز مؤرخ ڈریپر نے اپنی کتاب ''مذہب اور سائنس'' میں ایک جگہ لکھا ہے:

''اسلام کی بڑھتی ہوئی فتوحات کو چارلس مارشل کی تلوار نے نہیں روکا بلکہ ان کے باہمی اختلاف اور فساد سے یورپ کو ان کے ہاتھ سے نجات ملی۔''

اور یہ حق ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کو منتشر کرنے، اس کی قوت کو پارہ پارہ کرنے اور دشمن کو ان کی صفوں میں گھسنے کا موقع جتنا ان داخلی اختلافات نے دیا ہے اتنا خارجی حملوں نے نہیں دیا مذہبی تفریق اور تعصب اس درجہ کو پہنچ گیا تھا کہ اس کی نظیر شاید ہندوستان کی تاریخ میں نہ اس سے پہلے صدیوں میں ملے گی اور نہ بعد کے زمانے میں۔ بات دشنام طرازی، تکفیر اور افترا پردازی سے بڑھ کر مقدمہ بازی اور فوجداری تک جا پہنچی تھی اور ایک دو نہیں خاصی تعداد میں ایسے مقدمے غیر مسلموں کی عدالت میں پیش ہونے لگے جن پر غیر مسلم معاشرے کو ہنسنے کا موقع ملتا تھا۔

مولانا محمد علی مونگیری کا خط مولوی احمد رضا خاں کے نام:

اسی صورت حال کو دیکھ کر مولانا محمد علی مونگیری نے مولوی احمد رضا خاں کو کئی خط لکھے ایک خط جو ١٣١٣ھ میں لکھا گیا اس کا آخری پیراگراف یہ ہے:

''اب جیسے اخراج عن المساجد کا فتویٰ مشتہر ہوا جب سے ہمارے گروہ کو ذلت کا سامنا ہوا۔ کافر حاکموں کے سامنے ہم مجرموں کی طرح پکڑے ہوئے جاتے ہیں۔ ہمارے دین و ایمان کی کتابیں ان کے پیروں پر رکھی جاتی ہیں۔ ہم اور ہمارے علماء کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں اور ہمارے مخالفین کو ڈگریاں ملتی ہیں۔ افسوس صد افسوس! ہمیں اپنے پاک مذہب کی یہ ذلت ذرا نظر نہیں آتی۔ مولانا! خدا کے لیے غور کیجئے اور دشمنانِ دین کو ہم پر اور ہمارے پاک مذہب پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے۔''

فتنۂ وہابیت

قارئین حضرات! جو کچھ ہم نے اب تک لکھا گو بہت اختصار کے ساتھ لکھا ہے مگر اس کے مطالعے سے آپ کو اس معاشرے کی نفسیات اور ماحول کی تلخی اور کشیدگی کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ جس میں تکفیر کے ساتھ ساتھ دیوبند کے علماء پر وہابی ہونے کا بھی الزام لگایا گیا۔ یہ الزام کیوں لگایا؟ کب لگایا اور کس پس منظر میں لگایا؟ اس کے متعلق حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''نقش حیات'' میں لکھتے ہیں:

''مدینہ شریف میں مولوی احمد رضا خاں اپنے رسالہ حسام الحرمین جس میں انہوں نے علماءِ دیوبند کی تکفیر کی تھی مدینہ شریف کے علماء سے اس پر ان کی تصدیق کی مہر حاصل کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ (مــؤلف) مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں کہ ہم بالکل بے خبر تھے (کہ ہمارے خلاف یہاں کیا کوششیں ہو رہی ہیں) کہ خبر ملی کہ رسالہ حسام الحرمین پر علمائے مدینہ کے دستخط لیے جا رہے ہیں اور ہمارے اور اساتذہ کرام سے متعلق وہابیت کا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

قارئین حضرات! آگے جس کتاب کا ہم نے ''مہند'' کے نام سے حوالہ دیا ہے اس میں ان ٢٦ سوالوں کا جواب ہے جو علمائے حرمین نے رسالہ ''حسام الحرمین'' میں علمائے دیوبند پر لگائے ہوئے یہی الزامات اور بہتان پڑھ کر ان سے کیے تھے اور یہاں سے ان سوالوں کے جوابات بھیجے گئے تھے ان کو پڑھ کر مشائخ اور علمائے حرمین بہت خوش ہوئے اور ان جوابات کو عین کتاب وسنت کے مطابق پایا۔

جن علمائے حجاز مصر اور شام نے علمائے دیوبند کے جوابات کی تصدیق کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱- صاحب فضیلت شیخ محمد سعید بابصیل شافعی مکہ مکرمہ

۲- حضرت مولانا شیخ احمد راشد نواب مکی

۳- جناب مولانا شیخ محب الدین مہاجر مکی

۴- حضرت مولانا شیخ محمد صدیق افغانی مکی

۵- حضرت مولانا الشیخ محمد عابد مفتی المالکیہ مکہ مکرمہ

۶- حضرت مولانا مفتی محمد علی بن حسین مالکی مکہ مکرمہ امام مسجد حرم

۷- حضرت مولانا سید احمد برزنجی شافعی مدینہ منورہ

۸- جناب شیخ احمد بن محمد شنقیطی مالکی مدنی

۹- حضرت شیخ سلیم بشری جامعہ ازہر مصر

۱۰- حضرت مولانا سید ابوالخیر معروف بہ ابن عابد دمشق

۱۱- جناب شیخ مصطفیٰ بن شطی حنبلی دمشق شام

۱۲- حضرت شیخ محمود رشید عطاء شام

۱۳- حضرت الشیخ محمد البوش الحموی شام

۱۴- الشیخ محمد سعید الحموی دمشق شام

۱۵- الشیخ علی بن محمد الدلال الحموی دمشق

۱۶- الشیخ محمد ادیب الحورانی شام

۱۷- الشیخ عبدالقادر لازال دمشقی

۱۸- حضرت الشیخ محمد سعید شام

۱۹- حضرت الشیخ محمد سعید لطفی الحنفی

۲۰- حضرت فارس بن محمد حموی شام

۲۱- حضرت الشیخ مصطفیٰ الحداد شام

علمائے دیوبند کی طرف وہابیت کی نسبت کیوں کی گئی؟

مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اس کا سبب بتاتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

''چونکہ سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کے اوائل زمانہ حکومت میں نجدیوں کا حجاز پر غلبہ ہو چکا تھا اور انہوں نے دس برس مکہ معظمہ اور آخر کے تین برس مدینہ منورہ میں حکومت کی تھی یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو تھے اور اپنے اعمال اور عقائد میں سخت غلو کرتے تھے انہوں نے حرمین کے لوگوں پر بہت زیادہ تشدد کیا تھا اور اپنے مخالف عقیدہ واعمال والوں پر بہت ظلم توڑے تھے اس لیے اہل حرمین کو ان سے بہت زیادہ بغض اور نفرت تھی۔ بالآخر سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے خدیوی محمد علی پاشاہ مرحوم والیٔ مصر سے صلح کے وقت یہ شرط کی کہ وہ عبدالوہاب کے عقیدت مندوں کو حجاز سے نکال باہر کرے۔ چنانچہ خدیوی مرحوم نے اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا جس نے وہابیوں کے قبضے سے نجد کو آزادی دلوائی۔

اس زمانے سے حجاز میں یہ طریقہ جاری ہوگیا کہ جس شخص کے خلاف نفرت پھیلانا منظور ہوا اس کو وہابیت کی طرف منسوب کر دیا۔ اہل حجاز کو وہابیت سے اتنی نفرت ہوگئی تھی کہ

عیسائیت اور یہودیت وغیرہ سے بھی اتنی نفرت نہیں تھی۔

(قارئین حضرات! مندرجہ بالا بیان ذرا غور سے پڑھیں۔ وہابیت کے اعمال اور عقائد کی خرابی وہ شخص بیان کر رہا ہے جس کو خود بھی وہابی کہا گیا۔ اسی بیان سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ وہابیت سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں کیونکہ کوئی بھی شخص اپنے مسلک اور عقیدے کو کبھی برا نہیں کہتا)

آگے سید مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہماری طرف وہابیت کی تہمت ایسی ہی تھی اور ہے جیسے کہ زنگی کو کافور اور دن کو رات کہا جائے۔ بہرحال اہل حرمین کے جذبات بھڑکانے کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو سید احمد شہید کی جہادی تحریک کو ناکام بنانے کے لیے ان کی طرف وہابیت کی نسبت کر کے کیا گیا تھا۔ (جس کے نتیجے میں سرحد کے لوگ ان سے متنفر ہوئے کہ ایک ہی رات میں سید صاحب کے تمام عاملوں کو شہید کر دیا گیا۔ مؤلف)

مخالفین کی ایذاء برداشت کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے:

حسبِ ارشادِ قرآنی عادتِ خداوندی ہمیشہ سے یہ بھی جاری ہے کہ ہر پیغمبر کے لیے اہل باطل جنات اور انسانوں میں سے کھڑے ہو کر عداوت اور نفرت کی آواز بلند کریں اور سچے پیغمبروں کے خلاف سازشیں تیار کریں اور ان کو ستائیں، ایذاء پہنچائیں تو جب انبیاء علیہم السلام کا یہ حال ہوا تو ان کے سچے وارثوں کو بھی اس نعمت سے حصہ ملنا چاہیے۔ چنانچہ ہر زمانے میں اکابر علمائے راسخین اور اتقیاء صالحین کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام سرخسی رحمہم اللہ کے ساتھ جو کچھ پیش آیا تاریخ

کے صفحات اس سے بھرے ہوئے ہیں۔

اسی طرح صوفیائے کرام کو جس طرح ستایا گیا اور ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے علامہ شعرانی نے اپنی کتاب طبقات الکبریٰ کے دیباچہ میں بڑی تفصیل سے اس کا تذکرہ کیا ہے ہم آپ کی معلومات کے لیے نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

وہ فرشتہ صفت لوگ جو بدگمانی یا تعصب کی وجہ سے ستائے گئے:

اس فہرست میں سب سے پہلے تو انبیاء کرام علیہم السلام آتے ہیں جنہیں نہ صرف ستایا گیا بلکہ سینکڑوں کو شہید کر دیا گیا پھر ہر زمانے میں ان کا اتباع کرنے والوں کو اس نعمت سے حصہ ملا، چنانچہ:

۱۔ تینوں خلفائے راشدین مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے بے قصور شہید ہوئے خاص طور پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۔ نواصب اور خوارج نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر کہا۔

۳۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیادہ نماز پڑھنے پر لوگوں نے کہا کہ یہ مکار اور منافق ہیں۔

۴۔ امام زین العابدین کے متعلق کہا گیا کہ یہ بت پرستوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔

۵۔ خواجہ حسن بصری کو قدریہ کہا گیا۔

۶۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو مرجئ اور گمراہ کہا۔

۷۔ حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ قید کیے گئے۔

۸۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بعض نفس پرستوں نے اضر من ابلیس کا خطاب دیا۔

تہمتیں لگائیں اور یمن سے دارالسلام تک بڑی بے عزتی سے قید کر کے بھیجے گئے اس طرح کہ ہزاروں آدمی ملامت کرتے تھے اور آپ سر جھکائے ہوئے ان کے درمیان چل رہے تھے۔

۹- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر خلق قرآن کے مسئلے پر کوڑے مارے گئے۔

۱۰- امام بخاری جلاوطن کیے گئے۔

۱۱- امام نسائی بدعتیوں کے ہاتھوں قید خانے میں شہید ہوئے۔

۱۲- حضرت جنید بغدادی بعض اہل عناد کے کفر کے فتوؤں سے اتنا تنگ ہوئے کہ انہوں نے مسائل توحید اعلانیہ بیان کرنا چھوڑ دیا۔

۱۳- محمد بن فضیل بلخی کے گلے میں رسی باندھ کر بازاروں میں پھرایا گیا۔

۱۴- حضرت امام ابوبکر نابلسی جیسے جلیل القدر کی جانوروں کی طرح کھال اتاری گئی ان کے قتل کا واقعہ بڑا دردناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والا ہے علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام ابوبکر نابلسی کو ان کے علم وفضل، زہد واستقامت، طریقت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے باوجود ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر انہیں مصر لایا گیا اور سلطان کے دربار میں ان کے خلاف شہادت پیش ہوئی جب وہ اپنے قول پر قائم رہے تو حکم سلطانی ہوا کہ ان کی زندہ حالت میں کھال کھینچی جائے۔ کہا گیا ہے کہ جس وقت ان کی کھال اتاری جا رہی تھی تو انہیں جانور کی طرح الٹا لٹکایا گیا تھا ان کا سر نیچے اور ٹانگیں اوپر تھیں اور وہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اس سبب سے قریب تھا کہ لوگوں میں بغاوت اور شورش پیدا ہو جائے اس لیے

سلطان نے حکم دیا کہ پہلے ان کو قتل کر دو پھر ان کی کھال اتارو۔

۱۵- شیخ ابومدین شہر بدر کیے گئے۔

۱۶- ابوالقاسم نصرآبادی باوجود اپنے زہد و پرہیزگاری اور اتباعِ سنت بصرہ سے نکالے گئے اور ان کے کلام اور حال پر نکتہ چینی کی گئی اس وجہ سے وہ آخر تک حرم شریف میں رہے اور وہیں فوت ہوئے۔

۱۷- مشہور صوفی ابن سمنون کو بھی لوگوں نے نہیں چھوڑا اور بہت سی غلط باتیں ان کی طرف منسوب کی گئیں یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوئے تو لوگ ان کے جنازہ پر نہیں آئے۔

۱۸- حکیم ترمذی نے جب کتاب ختم الاولیاء تصنیف کی تو لوگ اس کی عبارت کو سمجھ نہ سکے اور کہنے لگے تم نے اولیاء کو نبیوں پر فضیلت دی ہے۔ ان کی شان میں بدکلامی کی گئی اور انہیں بلخ سے نکلوا دیا اس پر انہوں نے اپنی سب کتابوں کو جمع کر کے دریا میں ڈبو دیا۔ خدا کی شان ایک بڑی مچھلی ان کو نگل گئی اور چند برس کے بعد مچھلی نے ان کو صحیح و سالم اگل دیا پھر لوگوں نے ان سے فائدے حاصل کیے۔

۱۹- مشہور صوفی ابوعثمان مغربی کو مکہ معظمہ سے نکالا گیا اور علویوں نے ان کے سر اور مونڈھوں پر کوڑے لگوائے پھر اونٹ پر سوار کر کے مکہ کے بازاروں میں پھرایا گیا۔

۲۰- حضرت امام غزالی پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور ان کی کتاب ''احیاء العلوم'' کو لوگوں نے آگ میں جلایا بعد میں اسی کتاب کو سونے کے پانی سے لکھا گیا۔ قارئین! آپ حیران ہوں گے یہ سن کر کہ امام غزالی کی کتاب جلانے کا فتویٰ قاضی عیاض جو کتاب

الشفا کے مصنف ہیں اور فلسفی ابن رشد نے دیا تھا۔ امام غزالی کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے قاضی عیاض کے لیے بددعا کی اور اسی دن ایک حمام میں ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلیفہ مہدی نے انہیں کسی بات پر قتل کیا۔

۲۱- سلسلہ شاذیہ کے سرخیل امام ابوالحسن شاذی رحمہ اللہ کو ایک جماعت کے ساتھ شہر بدر کیا گیا اور شہر اسکندریہ لکھ کر بھیجا کہ آپ کے شہر میں مغرب کا ایک زندیق پہنچے گا جسے ہم نے اپنے ملک سے نکال دیا ہے۔ اس سے بچ کر رہنا اور اس کی صحبت اختیار نہ کرنا۔ چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سب لوگ ان کو برا بھلا کہہ رہے ہیں اور انہیں گالیاں دے رہے ہیں۔ پھر لوگوں نے سلطان سے ان کی شکایتیں کیں۔ سرکاری سختیاں بھی حضرت برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک ایسے زمانے میں جب رہزنوں کی کثرت کی وجہ سے حج بند ہو گیا تھا۔ آپ نے اپنی جماعت کے ساتھ حج کیا اس کے بعد لوگ ان کے معتقد ہوئے۔

۲۲- شیخ تاج الدین سبکی کو اباحیہ کہا گیا۔

۲۳- شیخ محی الدین ابن عربی کے متعلق کہا گیا کہ اس کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی بڑا ہے۔

۲۴- شیخ عزالدین ابن عبدالسلام جیسے بزرگ کے خلاف اس ایک لفظ کی وجہ سے جو انہوں نے عقائد کے متعلق کہا تھا ایک مجلس منعقد ہوئی اور لوگوں نے سلطان وقت کو ان کے خلاف ابھارا۔

قارئین کرام! علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''طبقات الکبریٰ'' کے

دیباچہ میں جن بہت سے بزرگوں کے نام لکھے ہیں جن کو ستایا گیا یا کفر کی نسبت ان کی طرف کی گئی ان میں سے کچھ آپ کی معلومات کے لیے ہم نے اوپر پیش کیے۔ یہ نام علامہ کے ہم عصر اور اس سے پہلے کے زمانے کے ہیں ان کے بعد کے زمانے کے اولیاء کو بھی یقیناً اس آزمائش سے گزرنا پڑا ہو گا اس طرح اب ہمارے زمانے اور ماضی قریب کے زمانے کے مقدس بزرگوں اور اللہ کے ولیوں کو اس نعمت سے جو حصہ ملا ان کے نام بھی ملاحظہ ہوں:

۱- حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے خلاف بھی تکفیر کا فتویٰ دیا گیا اور جہانگیر کے زمانے میں گوالیار کے قلعہ میں آپ کو قید کیا گیا۔

۲- شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کو تکلیف پہنچائی گئی یہاں تک کہ ان کے پہونچے اتروا دیے۔

۳- شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اہل و عیال کو پیدل شہر بدر کرایا اور جائیداد ضبط کر لی گئی۔

۴- حضرت سید احمد صاحب اور شاہ اسماعیل شہید کی طرف وہابیت کی نسبت کی گئی۔ سرحد کے سرداروں کو خط لکھ لکھ کر دونوں کے خلاف اتنا اشتعال پیدا کیا اور اتنی نفرت دلائی کہ انہوں نے سید صاحب کے تمام عاملوں کو ایک سازش کے تحت ایک ہی رات میں سب کو بے دردی سے شہید کر دیا۔

۵- مولانا رشید احمد گنگوہی پر امکان کذب کے مسئلے پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔

۶- حضرت مولانا خلیل احمد پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔

۷- مولانا اشرف علی تھانوی کو کافر کہا گیا اور ایسا کافر کہ جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔

۸- حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی پر یہ افتراء کیا کہ یہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔

کچھ اللہ کے بندے ایسے تھے جنہوں نے لاکھوں کافروں کو اسلام میں داخل کیا اور کچھ

بندے ایسے تھے جنہوں نے کروڑوں مسلمانوں کو کافر کہہ کر اسلام سے خارج کیا۔ اپنا اپنا نصیب ہے۔

شیخ الاسلام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کا قول تکفیر کے بارے میں:

علامہ شعرانی نے طبقات الکبریٰ کے دیباچہ میں یہ قول نقل کیا ہے کہ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی سے مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:

''اے سائل! سن جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا وہ لا إله إلا الله محمد رسول الله کہنے والے کے کافر قرار دینے کو ایک امر عظیم سمجھے گا۔ کیونکہ تکفیر ایک ہولناک اور بڑے جوکھوں کا کام ہے۔ اس لیے کہ جس نے کسی مسلمان کو کافر قرار دیا اس نے یہ خبر دی کہ وہ مسلمان عاقبت میں ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور دنیا میں اس کی جان و مال مباح ہوں گے اور اس کو مسلمان عورت سے نکاح کی اجازت نہیں ہوگی اور مسلمانوں کے احکام اس پر جاری نہیں ہوں گے نہ اس کی زندگی میں نہ مرنے کے بعد۔ ہزاروں کافروں کے ترک میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی مسلمان کا ایک چلو خون بھی خطا سے بہایا جائے اور حدیث شریف میں ہے کہ امام کا معاف کر دینے میں خطا کرنا سزا دینے میں خطا کرنے سے مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔ پھر وہ مسائل جن کی وجہ سے تکفیر کا فتویٰ دیا جاتا ہے نہایت دقیق اور غامض (جیسے مسئلہ امکان کذب، امکان نظیر، ختم مکانی، ختم زمانی وغیرہ) ہیں کیونکہ ان کے مشابہات اور قرائن کے اختلافات اور نیتوں کا تفاوت بہت ہے اور ان کے سارے قسموں کے گوشوں میں سے خطا کا پہچاننا اور حقائق تاویل پر مطلع ہونا اور ان کے مواقع کی شرطوں کا جاننا اور جن الفاظ میں تاویل کی گنجائش ہے اور جن میں نہیں ان سے آگاہ ہونا بہت مشکل

ہے۔ اس کے لیے کل قبائل عرب میں سے اہل زبان کے سارے طرق حقائق، مجازات اور استعارات کا جاننا ضروری ہے اور توحید کے دقائق و غوامض سے باخبر ہونا واجبات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو ہمارے زمانے کے بڑے بڑے علماء کے لیے ناممکن الحصول ہیں تو اور دوسروں کا تو کیا ذکر ہے اور جب انسان اپنے عقیدے کو ٹھیک طور سے ضبطِ تحریر میں لانے سے قاصر ہے تو غیر کے عقیدے کو کس طرح بے کم و کاست احاطہ تحریر میں لا سکتا ہے۔ اس سبب سے صرف ایسے شخص کی نسبت تکفیر کا حکم باقی رہا جو صراحۃً کفر بکے اور اسی کو اپنا دین بنائے اور دونوں شہادتوں کا منکر ہو اور دین اسلام سے بالکل نکل جائے مگر ایسا شاذ و نادر وقوع میں آتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر اولیٰ یہ ہے نفس پرستوں اور بدعتیوں کی تکفیر سے باز رہنا چاہیے۔ (علامہ سبکی کا کلام ختم ہوا)

وہابیوں کے عقائد:

ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ پچھلے اوراق میں سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا انکشاف آپ پڑھ چکے کہ ان کو مدینہ شریف میں یہ خبر ملی کہ ہندوستان سے کچھ علماء حضرات آئے ہیں اور مدینہ کے علماء کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ ہم اور ہمارے اساتذہ کرام وہابی عقیدہ رکھتے ہیں۔ سید حسین احمد رحمہ اللہ اس غلط فہمی یا افترا یا تہمت کو سختی کے ساتھ رد کرتے ہوئے ''نقش حیات'' میں رقمطراز ہیں:

محمد بن عبدالوہاب اور اس کے فرقے سے ہمارے اکابر کا دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ وہابیہ کے اقوال و عقائد کے خلاف ہمارے حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں وہابیہ کے عقائد اور ہمارے عقائد ملاحظہ فرمائیں:

۱- وہابیہ وفاتِ ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ جسمانی اور بقاءِ علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں۔ جبکہ ہمارے حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ اس کو ثابت بھی کرتے ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے کئی رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما چکے ہیں۔ رسالہ آبِ حیات خاص اسی مسئلہ پر لکھا گیا ہے۔

۲- وہابیہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا چاہیے، جبکہ ہمارے اکابر زیارتِ مطہرہ کے لیے سفر کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ افضل المستحبات اور قریب واجب قرار دیتے ہیں بلکہ محض زیارت کے لیے سفر کرنا جس میں اور کوئی دوسری قربت معنوی اور ملحوظ نہ ہو افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں، چنانچہ رسالہ ''زبدۃ المناسک'' مصنفہ حضرت رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز اس پر شاہد ہے خاص طور پر اس کا باب ''زیارتِ مدینہ''

۳- وہابیہ توسل انبیاء اور اولیاء بعد ان کی وفات کے ممنوع اور حرام قرار کہتے ہیں جبکہ ہمارے حضرات اس کو نہ صرف جائز بلکہ "ارجی للاجابت" (یعنی اس توسل کے بعد اس دعا کے قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہے) اور مفید قرار دیتے ہیں۔ شجرات مشائخ چشت، آدابِ زیارت وادعیہ مدینہ منورہ اس پر شاہد وعادل ہیں جو کہ حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت مولانا یعقوب صاحب اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ اسرارہم کی متعدد تصانیف میں شائع ہو چکی ہیں۔

۴- وہابیہ بارگاہِ نبوت میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں جبکہ ہمارے

اکابرین اس باب میں اتنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں کہ ظاہر بین اس کو غلو اور تجاوز عن الحد شمار کرنے لگتا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی نے اپنی مشہور تصنیف ''زبدۃ المناسک'' کے آخری حصے میں زیارۃ مدینہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا تذکرہ کرتے ہوئے حاضری مدینہ منورہ، داخلہ مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)، زیارت قبر اطہر، سلام پیش کرنے کے آداب، شفاعت اور توسل کی دعائیں اور مسجد شریف اور مدینہ طیبہ کے متبرک مقامات سے فیض حاصل کرنے کے لیے جو الفاظ تحریر کیے ہیں وہ اظہارِ عقیدت اور نبی کریم ﷺ کی عظمت واحترام کا منہ بولتا ثبوت ہیں جس سے حضرت کا قلب معمور تھا۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز نے آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں وہ بلند پایہ مضامین رقم فرمائے ہیں جن کے حریم معلیٰ تک جلیل القدر علمائے اُمت کا طائر فکر بھی پرواز نہ کرسکا۔ رسالہ آبِ حیات، تحذیر الناس، ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، قاسم العلوم، مناظرہ عجیبہ وغیرہ ایسے عالی مضامین سے بھرے ہوئے ہیں اہل فہم ان کو غور سے پڑھیں۔

۵- وہابیہ تصوف اور بیعت طریقت اور اس کے اشغال، ذکر، مراقبہ، توجہ، حلقہ ہائے ذکر وغیرہ کے سخت منکر اور ہم اس کے سختی سے پابند۔

۶- وہابیہ تقلیدِ شخصی کے مخالف مگر ہمارے اکابرین سب کے سب تقلیدِ شخصی کو واجب اور اس کے تارک کو گناہ گار کہتے ہیں اور سراج الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تمام جزئیات وکلیات میں مقلد ہیں اور نہایت مضبوطی اور سختی سے ان کا اتباع کرتے ہیں۔

۷- وہابیہ امام طریقت حضرت جنید بغدادی، سری سقطی، ابراہیم بن ادہم، شبلی،

عبدالواحد بن زید، خواجہ بہاء الدین نقشبندی، خواجہ معین الدین چشتی، غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ عبدالوہاب شعرانی کی شان میں سخت گستاخی اور بے ادبی کے کلمات کہتے ہیں جبکہ ہم ان کی محبت، تعظیم اور توسل کو باعثِ برکت اور موجب رضائے خداوندی سمجھتے ہیں اور انہیں کے سلسلے میں بیعت ہیں۔

۸۔ وہابی مسلمانوں کو ذرا ذرا سی بات میں مشرک اور کافر قرار دیتے ہیں اور ان کے مال اور خون کو مباح جانتے ہیں۔ حالانکہ متفق علیہ قول یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کسی قول یا عقیدے میں سو احتمال ہوں جن میں سے ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال بھی ایمان کا ہو تو اس کو کافر کہنا جائز نہیں۔ اور نہ وہ مباح الدم و مال (جس کا مال اور خون جائز ہو) ہوسکتا ہے بلکہ حضرت گنگوہی اپنے مکتوب انوار القلوب میں تصریح فرماتے ہیں کہ یہ قولِ فقہاء ''ننانوے احتمال'' کا تحدیدی نہیں ہے بلکہ اگر کسی کے کلام میں ہزار احتمال ہوں اور نو سو ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کی تکفیر بھی جائز نہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے اکابرین پر وہابیت کی تہمت لگا کر عوام میں اس قدر نفرت پھیلائی گئی کہ شرک وکفر، عیسائیت اور یہودیت، ہندویت اور بت پرستی سے عوام کو اتنی نفرت نہیں ہوئی جتنی وہابیت سے ہوئی۔ (سید حسین احمد مدنی) یاد رہے غالباً ۱۹۲۵ء یا اس کے قریب زمانے میں پنجاب کے اخباروں میں ایک واقعہ شائع ہوا:

ایک پر لطف اور عجیب واقعۂ وہابیت:

اس میں لکھا تھا کہ کسی گاؤں کا امام اپنے محلے کے ہندو بنیے سے روز کا سودا خریدتا تھا ایک مرتبہ قرضہ بہت بڑھ گیا۔ بنیے نے تقاضہ کیا امام صاحب قرضہ ادا نہ کر سکے تو ہندو بنیے نے سامان ادھار دینا بند کر دیا۔ امام صاحب نے اس کو بہت سمجھایا مگر اس نے کہا پچھلا قرض ادا کرو گے تو آئندہ سودا ملے گا ورنہ نہیں۔ امام صاحب اس کو دھمکی دے کر چلے گئے اور مسجد میں نمازِ جمعہ کے بعد اعلان کیا کہ فلاں بنیا وہابی ہوگیا ہے اس لیے اس سے کسی قسم کا لین دین اور خرید وفروخت جائز نہیں، یہ سنتے ہی پورے علاقے میں خبر پھیل گئی اور لوگوں نے اس سے خرید وفروخت بند کر کے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔

اب بنیا بے چارہ دن بھر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا کوئی آدمی ادھر سے گزرتا بھی نہیں۔ بعض لوگوں سے اس نے پوچھا میاں صاحب کیا بات ہے میری دوکان پر کیوں نہیں آتے، انہوں نے کہا کہ امام صاحب نے خبر دی ہے کہ تو وہابی ہوگیا ہے اس لیے ہم تجھ سے لین دین نہیں کرتے۔ بنیا بے چارہ امام صاحب کے گھر گیا اور امام صاحب کی شرائط پر صلح کر کے آگیا۔ امام صاحب نے دوسرے جمعہ کو اعلان کیا کہ ہمارے کہنے سننے سے بنیے نے وہابیت سے توبہ کر لی ہے آپ لوگ لین دین جاری رکھ سکتے ہیں اس طرح بیچارے بنیے کا کاروبار دوبارہ شروع ہوا۔ ذرا غور فرمائیں! کہ بنیے کا ہندو بت پرست اور مشرک ہونا لین دین میں گوارا ہے مگر وہابی ہونا گوارا نہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ جس شخص کی طرف وہابیت کی نسبت کی جاتی تھی لوگ اس کو کیا سمجھتے ہوں گے۔

(نقش حیات از سید حسین احمد مدنی رحمه الله)

اہل حق کو وہابی کہنا محض بہتان ہے:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''اشرف الجواب'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

ایک جماعت ہے جو ہم لوگوں کو وہابی کہتی ہے، لیکن ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ ہم کو کس مناسبت سے وہابی کہتے ہیں کیونکہ وہابی وہ لوگ ہیں جو ابن عبدالوہاب کی اولاد میں سے ہیں یا وہ لوگ جو اس کا اتباع کرتے ہیں۔ ابن عبدالوہاب کے حالات کتابوں میں موجود ہیں ہر شخص ان کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ وہ نہ اتباع کی رو سے ہمارے بزرگوں میں ہیں نہ نسبت کی رو سے۔ البتہ آج کل جن لوگوں نے تقلید چھوڑ کر غیر مقلدی اختیار کر لی ان کو ایک اعتبار سے وہابی کہنا درست ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے اکثر خیالات ابن عبدالوہاب سے ملتے جلتے ہیں۔

ہم لوگ حنفی ہیں کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصول چار ہیں کتاب اللہ، حدیث رسول، اجماعِ اُمت، اور قیاسِ مجتہد۔ سوا ان چار کے اور کوئی اصل نہیں اور مجتہد بہت سے ہیں لیکن اجماعِ اُمت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چار امام یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ کے مذاہب سے باہر ہونا جائز نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ان چاروں میں جس کا مذہب جہاں رائج ہو اس کا اتباع کرنا چاہیے تو چونکہ ہندوستان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب رائج ہے اس لیے ہم انہیں کا اتباع کرتے ہیں۔ ہم کو جو لوگ وہابی کہتے ہیں قیامت میں اس بہتان کی ان سے باز پرس ضرور ہوگی۔

نسبتِ وہابی کی تکذیب:

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ اپنے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک

صاحب سے کہا تھا کہ تم جو ہمیں وہابی کہتے ہو تو یہ بتاؤ کہ ہمیں ابن عبدالوہاب سے کس قسم کی نسبت ہے؟ کیونکہ نسبت تین قسم کی ہے اول نسبت تلمذ تو وہ ہمارے اساتذہ کے سلسلے میں شامل نہیں۔ دوسری نسبت بیعت یہ نسبت بھی نہیں۔ تیسری نسبت نسب کی ہے سو وہ بھی ہمارے بڑوں میں نہیں۔ تو کیا ایسی صورت میں وہابیت کی نسبت ہماری طرف کرنے سے آخرت میں آپ سے مواخذہ نہ ہوگا؟

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم افعال میں ان کا اتباع کرتے ہیں مگر یہ بھی تہمت ہے ہمیں تو عبدالوہاب کی تاریخ بھی نہیں معلوم۔ ہماری مجالس میں اس کا تذکرہ کبھی نہیں آتا۔ اصل بات یہ ہے کہ جو شخص بھی مروجہ رسوم اور غیر شرعی حرکات و اعمال سے لوگوں کو منع کرے اس کو وہابی کا لقب دے دیا جاتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ)

ان کو کون وہابی کہتا ہے؟ اجمیر شریف کے مجاوروں کا اعتراف:

حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحب اپنے سلسلے کے شیخ الشیوخ حضرت معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کی غرض سے اجمیر تشریف لے گئے۔ زیارت کے بعد درگاہ کے خدام عطایا کے لیے آپ کے پیچھے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت نہیں جب میں اپنی قیام گاہ پر پہنچ جاؤں تب آنا۔ مجاوروں نے ایسا ہی کیا اور آپ کی قیام گاہ پر پہنچے۔ آپ نے سب کو اندر بلایا اور مٹھی بھر بھر کے سب کو روپے عطا کیے۔ اس وقت مجاوروں نے کہا: ''ان کو کون وہابی کہتا ہے ایسا سخی تو اب تک کوئی نہیں آیا صرف فلاں بیگم آئی تھیں سو انہوں نے بھی اتنا نہیں دیا۔''

(حیاۃ شاہ محمد اسحاق تصنیف مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی)

مولوی نظر محمد خان آبھ کے رہنے والے ہیں ان کے والد بے چارے دیندار آدمی تھے۔ مگر یہ سن کر کہ دیوبند کے مولوی وہابی ہیں۔ ان حضرات کی صورت دیکھنے سے بیزار تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتہ تشریف لائے، جمعہ کا دن تھا۔ نظر محمد خاں کے علاقے کے کچھ لوگ نمازِ جمعہ کے لیے جانے لگے تو نظر محمد خاں باپ سے کہنے لگے میں بھی جمعہ پڑھنے ان کے ساتھ جاؤں گا سنا ہے کچھ مولوی لوگ آئے ہوئے ہیں۔ باپ نے منع کیا کہ نا بھائی وہ تو سب وہابی ہیں ان کی صحبت سے بچنا چاہیے نظر محمد خاں ابھی کم سن تھے کہنے لگے میں نے وہابی نہیں دیکھے، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہابی کیسے ہوتے ہیں؟

باپ نے ان کو دوسروں کے ساتھ بھیجنا مناسب نہیں سمجھا۔ اپنے ساتھ خود لے کر یہ کہتے ہوئے چلے اچھا چلو میں نے بھی وہابی نہیں دیکھے میں بھی دیکھ لوں گا۔ غرض جس وقت جامع مسجد میں قدم رکھا تو سب سے پہلے مولانا محمد یعقوب صاحب پر نظر پڑی مولانا غسل فرما کر باہر کھڑے بال سکھا رہے تھے۔ اول تو حسین تھے ہی اس پر انوار و تجلیات، بہت دیر تک کھڑے تکتے رہے کہ وہابیوں کی صورت تو شیعہ سے زیادہ مسخ ہونی چاہیے یہ تو نور کے ٹکڑے ہیں۔ وہاں سے چلے تو حضرت امام ربانی پر نظر پڑی آپ کو دیکھ کر بھی دل پسیجا پھر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کا وعظ شروع ہوا۔

مولانا نظر محمد خاں فرماتے تھے کہ ہمارے کانوں میں یہ بات ڈالی گئی تھی کہ علمائے دیوبند انبیاء کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والی وہابی جماعت ہے۔ حضرت مولانا کی کرامت تھی کہ وعظ شروع کیا تو آخر تک جناب رسول اللہ ﷺ کے مناقب آپ کی

عظمت اور بزرگی کا تذکرہ فرمایا اور ایسے ایسے آپ کی شان مبارک کے نکات فرمائے کہ کبھی کسی سے سنے بھی نہیں تھے۔ وعظ ختم ہونے کے بعد میں نے والد صاحب سے کہا کہ جناب اگر وہابی ایسے ہی ہوتے ہیں تو پھر میں بھی وہابی ہوں۔ والد نے جواب دیا ہاں میاں سننے اور دیکھنے میں یہی فرق ہوتا ہے ہم بڑی غلطی میں پڑے رہے۔ (تذکرۃ الرشید)

نسبتِ وہابیت کے دلچسپ واقعات

راقم الحروف کو اپنے مطالعہ اور کتب بینی کے دوران کتابوں میں مختلف متبع سنت بزرگوں کی طرف وہابیت کی نسبت لکھی ہوئی نظر آئی جس سے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے اس قول کا ثبوت ملا کہ جو شخص بھی بدعات سے، اہل ہنود کی مشرکانہ رسموں سے، اہل قبور سے براہِ راست مرادیں مانگنے سے اور اس قسم کی دوسری باتوں سے خود بھی پرہیز کرے اور عوام کو بھی منع کرے لوگ اسکو فوراً وہابی کہہ دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں جو واقعات میرے مطالعہ میں آئے وہ بڑے دلچسپ بھی ہیں آپ کی معلومات کے لیے پیش کرتا ہوں۔

سید غوث علی شاہ قلندر:

تذکرہ غوثیہ میں لکھا ہے: ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے ایک عالم سے یہ بات دریافت کی تھی کہ کلمہ لا إلـه إلا الله میں ''لا'' نفی جنس کا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ اور بھی خدا ہیں جن میں سے ایک کو ہم نے مستثنیٰ کیا اور دوسروں کو چھوڑ دیا اس میں تو بڑا ہی شرک بھرا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ اکثر لوگوں نے اور خدا بھی تو مان رکھے ہیں۔ ہم نے کہا حضرت پہلے تو یہ فرمائیے کہ قرآن شریف لوح محفوظ پر کب لکھا گیا تھا۔ جب کہ یہ کلمہ لوح محفوظ پر لکھا گیا۔

اس وقت تھا کون جو دوسرا خدا مانتا انہوں نے جواب دیا: ''تم وہابی معلوم ہوتے ہو'' ہم نے کہا درست ہے جب ہم نے سچی بات کہی اور آپ جواب نہ دے سکے تو ہم وہابی ہو گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمبئی میں ہم اور سید وزیر علی حکیم عبداللہ شاہ کی ملاقات کو گئے وہاں بہت سے فقیر درویش ہر قسم کے جمع تھے ہم تو سفید پوش تھے کسی نے کچھ نہ کہا لیکن سید صاحب کا لباس رنگین تھا ان سے گفتگو ہونے لگی اس شخص نے ان سے پوچھا آپ کے پیر کون ہیں جواب دیا روٹی، پھر پوچھا آپ کا طریقہ کیا ہے جواب دیا روٹی غرض ہر سوال کے جواب میں روٹی جواب دیتے تھے۔ ایک شخص بولا بابا بزرگوں نے روٹی ترک بھی تو کر دی ہے جیسے شیخ فریدالدین شکرگنج نے کیا تھا ہم نے ذرا آہستہ سے کہا ''بیل پکے تو کوے کے باپ کا کیا پدرم سلطان بود تراچہ'' یہ بات سن کر وہ لوگ کہنے لگے ارے میاں! یہ تو کوئی وہابی معلوم ہوتے ہیں۔ (تذکرہ غوثیہ)

مولوی عبدالرب صاحب:

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''محبت عجیب چیز ہے مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے حضرت ابوطالب کی نسبت کبھی مفرد کا صیغہ استعمال کیا ہو اگرچہ وہ ایمان نہیں لائے مگر آخر تو حضور ﷺ کے چچا ہیں اس نسبت سے بے تعظیمی کے الفاظ زبان سے نہیں نکلتے۔

مولوی عبدالرب صاحب نے اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ابوطالب کے ایمان نہ لانے سے میرے پیغمبر ﷺ کو بہت صدمہ ہوا کیونکہ کفر کا انجام ہمیشہ کے لیے دوزخ ہے مگر میں اس پر راضی ہوں کہ حق تعالیٰ میرے بجائے ابوطالب کو جنت میں بھیج دیں اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیں میں اس پر راضی ہوں کیونکہ میرے حضور ﷺ کی

آنکھیں تو ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ مولانا تھانوی نے فرمایا کہ میرے اوپر اس مضمون کا بہت اثر ہوا اور میرے دل نے کہا کہ اگر مولوی عبدالرب صاحب کے پاس کوئی بھی عمل اس کے سوا نہ ہو تو یہی ایک آرزو ان کی مغفرت کے لیے ان شاء اللہ کافی ہے کیونکہ اس کا منشا محض محبت رسول ﷺ ہے مگر اس پر بھی لوگوں نے ان کو وہابی کہا۔ چنانچہ لکھنؤ وغیرہ کی طرف گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے جو منع کرے اس کو بھی وہابی کہتے ہیں۔

(ہم سے عھد لیا گیا: مترجم مولانا ظفر احمد عثمانی)

شیخ اللہ بخش تونسوی رحمہ اللہ کی غلط فہمی:

ایک مرتبہ حضرت مہر علی شاہ گولڑوی تونسہ شریف لے گئے اس وقت حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی مسند نشین تھے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب جب حاضر ہوئے تو حضرت تونسوی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ بات چیت شروع ہوئی تو تعلیم کی بابت گفتگو ہونے لگی۔ حضرت تونسوی نے دریافت کیا کہ حدیث شریف آپ نے کس سے پڑھی؟ پیر مہر علی شاہ صاحب نے جواب دیا کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری سے حدیث شریف پڑھی ہے۔

مولانا احمد علی سہارنپوری کا نام سن کر حضرت تونسوی جوش سے اُٹھ بیٹھے اور فرمایا: ''وہ تو بڑا وہابی تھا'' پیر صاحب نے جواب دیا کہ حضرت وہ تو بڑے کٹر حنفی تھے اور ساتھ ہی حضرت سہارنپوری کا علمی، روحانی اور خاص طور پر علم حدیث میں ان کا مقام اور مرتبہ بتایا تو حضرت تونسوی بار بار توبہ توبہ کہتے اور فرماتے خدا معاف فرمائے میں کتنا دھوکہ میں آ گیا سبحان اللہ! کیسے عظیم حق شناس اللہ کے سچے بندے تھے۔ (عرفان حیات)

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری:

خزینہ معرفت کے مصنف حضرت ابراہیم قصوری کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ بندہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہمراہ مکان شریف عرس کے موقع پر گیا۔ سردی کا موسم تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ ایک مکان پر تشریف فرما ہوئے تمام یار مراقبہ اور ذکر میں مشغول تھے۔ لاہور کا ایک نعت خواں آیا اس نے نعت پڑھنے کی اجازت چاہی۔ میاں صاحب نے نیم رضامند ہو کر اجازت دے دی جب وہ نعت پڑھ چکا تو آپ نے بندہ سے فرمایا کہ میں کیا کروں کہ اس کے پڑھنے سے میری طبیعت بدل گئی۔ پھر آپ نے اپنی مسجد میں نعت خوانی بند کر دی اس سے پہلے آپ کی مسجد میں نعت خوانی ہوا کرتی تھی اور آپ سنا کرتے تھے اور خود بھی اشعار پڑھتے اور نعت خوانوں کو نعت کی کاپیاں لکھ کر دیا کرتے تھے۔

جب آپ کا مشرب عالی ہو گیا تو آپ کی مجلس شعر و اشعار سے خالی ہو گئی۔ آپ ہر وقت قال اللہ و قال الرسول ہی فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی تعریف لفظوں اور نظموں میں نہیں ہے بلکہ حال میں ہے۔ تم ایسے بن جاؤ کہ تمہارا ہر فعل، ہر حرکت، ہر قول اور ہر عمل سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو جائے۔ بعض بے سمجھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسجد وہابیوں کی ہے۔

مشرب عالی کی اس تبدیلی نے حضرت میاں صاحب کو اتباعِ سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اس مقام رفیع پر فائز کر دیا جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا خاص حصہ ہے لیکن اہل بدعت کب خاموش رہ سکتے تھے انہوں نے حسب عادت حضرت میاں صاحب کو وہابی اور ان کی مسجد کو وہابیوں کی مسجد کہنا شروع کر دیا۔ (خزینہ معرفت: صفحہ ۳۱۷)

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمہ اللہ:

خواجہ صاحب حضرت سلیمان تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ارشد تھے آپ کے ملفوظ ''مرءات العاشقین'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مرد کامل ہر مظہر میں ظہور کرتا ہے۔ مولوی نور احمد چنیوٹی خلیفہ حضرت امام علی شاہ نقشبندی نے عرض کیا کہ بعض لوگ ہمیں وہابی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ آپ نے مولوی صاحب کے پاس خاطر کے لیے فرمایا بعض اوقات مردِ کامل کے کچھ طریقے عام لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں پھر اس سلسلے میں ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک فاضل رجل کچھ مدت تک لال شہباز کے روضے پر مقیم رہا اس دوران اس کی حالت یہ تھی کہ کسی وقت وہ تفسیر اور حدیث کا درس دیتا۔ کبھی مراقبے میں ہوتا اور کبھی بھنگ پینے والے ملنگوں میں جا بیٹھتا۔

مرید کو چاہیے کہ ہر ایک کی خدمت کرے اور ادب سے پیش آئے کیونکہ خدا کے کامل بندے ہر لباس میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان کے طفیل بعض لوگ سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ:

مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۶ اگست ۷۶ء کی مجلس میں فرمایا کہ ایک عورت میری شادی کے بعد حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی حضرت صاحب میں اور میرا خاوند آپ سے بدگمان تھے اور آپ کو وہابی سمجھتے تھے لیکن اب ہم نے اپنے اس عقیدے سے توبہ کر لی ہے اور ہماری توبہ کا واقعہ یہ ہے کہ جب آپ کے لڑکے کی شادی تھی تو میں نے دیکھا ایک ہنڈیا چولہے پر رکھی ہے اور اس میں سے مہمانوں کو سالن

نکال کر دیا جا رہا ہے۔ صبح سے ظہر تک یہ عمل ہوتا رہا لیکن ہنڈیا کا سالن ختم نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ ایک معمولی چھوٹی سی ہنڈیا تھی جس میں عام طور پر گھروں میں سالن پکایا جاتا ہے میں نے یہ واقعہ اپنے خاوند کو سنایا تو وہ بھی بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ ہم تو انہیں وہابی سمجھتے تھے لیکن اولیاء اللہ کی صحیح کرامات تو یہی ہیں لوگ انہیں وہابی گستاخ رسول جو چاہے کہیں ہم تو اب انہیں ولی اللہ مانتے ہیں۔(خدام الدین ۱۹۹۷-۹-۱۹)

قاتل محافظ بن گیا:

حضرت احمد علی لاہوری قدس سرہ کی ابتدائی زندگی کا مندرجہ ذیل واقعہ حلم و بردباری کا ایک نمایاں باب ہے۔ بابو رحمت اللہ نواں محلہ اندرون شیرانوالہ دروازہ بیان کرتے ہیں:

جب حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے شیرانوالہ مسجد میں درس قرآن مجید شروع کیا تو مخالفین نے آپ کو وہابی وہابی کہہ کر آپ کو انتہائی پریشان کر دیا۔ مخالفین لوگوں میں سب کا سرغنہ اور پیش پیش میں ہی تھا۔ میری ڈیوٹی لگائی گئی کہ حضرت لاہوری کو کسی مناسب وقت موقع پا کر قتل کر دیا جائے۔ اس منحوس منصوبے کی تکمیل کے لیے میں نے درس قرآن میں آنا جانا شروع کر دیا۔ حضرت کے مخالفین آپ کو گستاخ رسول کہہ کر بدنام کرتے تھے لیکن چند ہی دن کے درس قرآن نے احقر کا ذہن بدل دیا۔ خدائے مقلب القلوب کو شاید میرے والدین پر رحم آیا اور مجھ کو اس خبیثانہ ارادے سے مکمل توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ میں نے حضرت کو حقیقی معنوں میں فنافی الرسول پایا۔

مخالفین کو جب میرے قلب کی تبدیلی اور توبہ کی خبر ملی تو انہوں نے ایک اور درشت مزاج آدمی کو حضرت کے قتل کے لیے تیار کیا بلکہ باقاعدہ حضرت کو اس بات کی اطلاع دی گئی کہ فلاں

دن آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ میں اس دن نماز عصر کے وقت مسجد میں بندوق لے کر آیا۔ جب حضرت نماز کے بعد گھر کی طرف چلے تو میں آپ کے ساتھ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا آپ میرے قتل کے ارادے سے آئے ہیں؟ تو میں نے عرض کیا حضور آج میں آپ کی حفاظت کے ارادے سے، بندوق لے کر حاضر ہوا ہوں اور میں نے مخالفین سے کہہ دیا ہے کہ جو شخص اس کام کا ارادہ رکھتا ہے پہلے اس کو میرا سر قلم کرنا ہوگا۔(کتاب الحسنات: صفحہ ۵۲۶)

مجھے ابن سعود نے زخمی کر دیا ہے، ایک خواب اور اس کی تعبیر:

سید امین گیلانی لکھتے ہیں کہ مولانا سید امین الحق صاحب مرحوم طور وضلع مردان کے رہنے والے اور علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ یہاں شیخوپورہ کی جامع مسجد میں چالیس سال تک خطیب رہے۔ ایک دن میرے ہاں تشریف لائے۔ چہرے پر کچھ پریشانی کے آثار دیکھ کر میں نے کہا مولانا! خیر تو ہے کچھ پریشان معلوم ہوتے ہیں کہنے لگے کہ میں دو تین دن سے عجیب پریشانی میں مبتلا ہوں اس سلسلے میں آج مولانا ادریس کاندھلوی (مرحوم) کے پاس بھی گیا تھا مگر دل مطمئن نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے بتائیں میں تو خیر جاہل مطلق ہوں لیکن ممکن ہے کسی ایسی شخصیت کی طرف آپ کی رہنمائی کر سکوں جس سے آپ مطمئن ہو جائیں۔

انہوں نے کہا کہ پرسوں رات میں نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر نہ خود سمجھ سکا نہ کسی دوسرے کی تعبیر دل کو لگی۔ خواب میں آنحضور ﷺ کی زیارت ہوئی میں نے محسوس کیا کہ رسول پاک ﷺ کچھ افسردہ سے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اتنے افسردہ کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”مجھے ابن سعود نے زخمی کر دیا ہے۔“

یہ سن کر میں نے حضور ﷺ کا سراپا غور سے دیکھا مجھے جسم اقدس پر کوئی زخم نہیں نظر آیا میں حضور ﷺ سے پوچھنا چاہتا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی یہی پریشانی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ مولانا ان شاء اللہ آپ کی پریشانی دور ہوجائے گی آپ ایسا کریں کہ مولانا محمد لقمان علی پوری پر مرزائیت کے خلاف تقریر پر مقدمہ چل رہا ہے اس سلسلے میں اسی پیشی پر حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب مرزا کے خلاف کفر کا فتویٰ دینے تشریف لائیں گے آپ ان سے اپنا خواب بیان کر کے تعبیر پوچھ لیں۔

عدالت کی کارروائی کے بعد جب حضرت تشریف لائے تو مولانا نے اپنا خواب بیان کیا۔تو حضرت نے بے ساختہ فرمایا: ''بے شک حضور ﷺ سچ فرمایا'' مگر یہ زخم جسمانی نہیں روحانی ہے۔مولوی صاحب دیکھیے نا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کے چار کام بتائے ہیں: اوّل یتلو علیھم ،دوسرا ویزکیھم، تیسرا یعلمھم الکتاب اور چوتھا والحکمت ۔مگر ابن سعود کی حکومت تین باتوں کو تو مانتی ہے مگر چوتھی یزکیھم کی قائل نہیں۔تزکیہ نفس ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا وہ سلسلہ بیعت وارشاد کو تسلیم نہیں کرتے اور اس سلسلے کے تمام لوازمات کو بدعت کہتے ہیں۔یہاں تک اگر وہاں کوئی دلائل خیرات کی تلاوت کرے تو اس سے کتاب چھین لیتے ہیں۔

بس حضور پاک ﷺ کو اسی بات کی تکلیف ہے اور اسی کے باعث افسردگی ہے اتنا کہنا تھا کہ مولانا چیخ مار کر رو پڑے اور انشراح صدر ہوگیا۔اس سے اگلے دن لاہور جا کر حضرت

سے بیعت ہو گئے کچھ ہی دنوں میں ان کی دنیا بدل گئی اور خلافت بھی مل گئی۔

(دو بزرگ: صفحہ ۴۶-۴۵)

سید العارفین حافظ محمد صدیق نور اللہ مرقدہٗ بھرچونڈی شریف:

سندھ کے مشہور پیر طریقت اور ولی کامل سید محمد راشد کے دو بیٹے سید صبغۃ اللہ اور سید محمد یٰسین اپنے باپ کے علم وفضل اور نسبتِ باطنی کے سچے وارث تھے۔یہ وراثت اس طرح تقسیم ہوئی کہ باپ کا عمامہ تو پیر سید صبغۃ اللہ کو ملا اور اس مناسبت سے وہ پیر پگاڑو کہلائے اور باپ کا علم یعنی جھنڈا سید محمد یٰسین کے حصے میں آیا اور اس طرح وہ پیر جھنڈا کہلائے۔

سید راشد نور اللہ مرقدہٗ کے تیسرے بڑے خلیفہ سید حسن شاہ جیلانی سوئی شریف والے تھے اور ان کے خلیفہ تھے حافظ محمد صدیق۔حافظ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان شریف میں روزہ اپنے گھر بھرچونڈی شریف میں افطار کرتے اور پیدل پانچ میل چل کر اپنے شیخ کی مسجد میں تراویح میں کلام مجید سنا کر فوراً گھر واپس آجاتے۔شیخ کی وفات کے بعد ان کے جانشین بھورل سائیں کے زمانے تک حافظ صاحب کا یہی معمول رہا۔

جب سوئی شریف میں شیخ کی مسجد پختہ بنائی جارہی تھی تو حافظ صاحب ہر شب پیدل جا کر چپکے سے گارا تیار کرتے اور اینٹیں ڈھو کر بنیادوں کے قریب لگا دیتے۔پھر فقراء کے لیے وضو کرنے کے لوٹے پانی سے بھر کر واپس بھرچونڈی چلے جاتے۔صبح جب فقراء اٹھ کر دیکھتے تو تعمیر کا سارا سامان تیار حالت میں ملتا اور وضو کے لوٹے پانی سے بھرے ہوئے ملتے۔ایک دن ایک پرانی باخدا فقیری مائی بوڑی نے سانول سائیں سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اماں! اس چور کو پکڑو تو دیکھو کون ہے؟

چنانچہ دوسری رات مائی بوڑی جاگتی رہی یہ دیکھنے کے لیے کہ کون مرد خدا یہ کام کر جاتا ہے، کافی رات گئے سید العارفین حافظ محمد صدیق صاحب چپکے چپکے آئے پہلے وضو کیا پھر اپنے کام میں لگ گئے جیسے ہی فارغ ہوئے مائی بوڑی اچانک سامنے آ کھڑی ہوئی۔ پوچھا بیٹا حافظ ہو۔ آپ خاموش رہے تو مائی بوڑی بولی" حافظ! سوئی شریف کی تمام آگ کے انگارے تو تو پہلے ہی سمیٹ کر لے گیا ہے۔ اب راکھ میں چنگاری رہ گئی تھی وہ بھی تو لے جا رہا ہے۔" ایک دفعہ اس مائی بوڑی نے حضرت سید العارفین سے کہا حافظ تجھے تو لوگ وہابی کہتے ہیں حضرت نے جواب دیا: ہاں! مائی تیرے مرشد (سید حسن جیلانی رحمہ اللہ) کو بھی تو لوگ وہابی کہتے تھے۔

اور وہابی اس لیے کہتے تھے کہ حضرت سید العارفین اپنے مرشد سائیں جیلانی اور دادا مرشد پیر سید محمد راشد کی طرح شرک و بدعت، رسم و رواج اور خلاف شرع باتوں کے سخت مخالف تھے اور اس امر میں اس قدر پختہ تھے کہ اپنے مرشد کے مسند نشین حضرت سانول سائیں (جن کی آپ ہمیشہ جوتیاں سیدھی کرتے اور پنکھا جھلتے تھے) کے صاحبزادہ میاں عبد المجید کی شادی کے وقت اس لیے ناراض ہو کر چلے آئے کہ گھر کے اندر سے عورتوں کے گانے کی آواز آپ کے کانوں میں آ رہی تھی۔ سانول سائیں اور قدیم درویشوں کی منت وسماجت پر راستے سے واپس آئے۔ گانے بند کرا دیے گئے۔ دولہا کا کڑھا ہوا زری کا کرتہ پھاڑ کر اپنا درویشانہ جبہ پہنایا اور شادی کے اونٹ کے گھنگرو اتار کر توڑ ڈالے۔

ایک سندھی اور سرائیکی کا مشہور مجذوب شاعر دریا خان ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں بھر چونڈی شریف حاضر ہوا۔ ہندو جوگیوں کی صحبت کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا تھا لیکن حضرت کی

اقتداء میں اس نے نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے عرض کیا کہ حضرت اجازت ہو تو فقیر گھنگرو باندھ کر اور ناچ کر اپنی کافیاں سنائے حضرت نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا: "فقیر سائیں آپ کی کافیاں تو خود ناچتی ہیں ان کو گھنگرو اور رقص کی کیا ضرورت ہے۔"

تیرا پیر وہابی ہے:

حضرت حافظ محمد صدیق قدس سرہٗ کے ایک مرید کو جب معلوم ہوا کہ میرے مرشد بیمار ہیں تو وہ آپ کی زیارت اور مزاج پرسی کی غرض سے بھر چونڈی شریف روانہ ہوا۔ راستے میں رات ہو گئی۔ مولوی محمد ابراہیم بھیا کے پاس رات گزاری مولوی صاحب نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا بھر چونڈی شریف اپنے شیخ کی خدمت میں جا رہا ہوں سنا ہے ان کی طبیعت ناساز ہے۔

مولوی صاحب نے کہا تمہارے پیر صاحب کے لیے ایک پیغام دینا چاہتا ہوں اگر پہنچا سکتے ہو تو عرض کروں۔ مرید نے کہا ضرور پہنچاؤں گا آپ ارشاد فرمائیں۔ مولوی صاحب نے کہا اپنے پیر سے کہنا کہ وہ اپنے شیخ کی قبر پر تشریف لے جائیں اور وہاں دعا کریں تا کہ ان کو شفا حاصل ہو۔

مرید جب شیخ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ پہلے سے بہتر ہیں اور صحت کے آثار چہرے مبارک سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ پھر اس مرید نے عرض کیا کہ مولوی ابراہیم نے آپ کے لیے ایک پیغام دیا ہے اجازت ہو تو بیان کروں۔ آپ نے فرمایا کہو کیا پیغام ہے۔ مرید نے کہا کہ مولوی ابراہیم صاحب نے یہ پیغام دیا ہے کہ آپ اپنے پیر صاحب کی قبر مبارک پر جا کر دعا کریں تا کہ آپ کو صحت و عافیت نصیب ہو۔

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد نے خود مجھے یہ تعلیم نہیں دی کہ تمہیں کوئی تکلیف یا بیماری پیش آئے تو میری قبر پر آ کر دعا کرنا۔ بلکہ میرے پیر نے مجھے یہ تعلیم دی ہے کہ تمہیں دنیا میں کوئی تکلیف پہنچے یا بیماری ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے عافیت اور شفا طلب کرنا کہ وہی ذات شفا دینے والی اور مشکلوں کو دور کرنے والی ہے۔

جب مولوی محمد ابراہیم صاحب کو اس مرید نے حضرت حافظ صاحب کا یہ جواب پہنچایا تو کہنے لگے ”تیرا پیر وہابی ہے۔“ (تجلیات شیخ ہالیجوی : صفحہ ۲۶)

قارئین حضرات! یہ چند دلچسپ واقعات جو آپ نے پڑھے اس سے اتنا تو آپ ضرور سمجھ گئے ہوں گے کہ جن جن بزرگ ہستیوں کی طرف لوگوں نے وہابیت کی نسبت کی ہے وہ سب حضرات اس تہمت سے بری تھے سچے عاشقانِ الٰہی اور سچے عاشقانِ رسول تھے جس کے ثبوت میں ان حضرات کی کتابیں، مواعظ ملفوظات اور رسائل دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر افسوس! کہ لوگ پڑھتے نہیں اور سنی سنائی بات پر یقین کر کے اس کو آگے بڑھا دیتے ہیں۔ عوام کو یہ کہہ کر ڈرایا جاتا ہے کہ خبردار! ان لوگوں کی کتابیں مت پڑھنا ورنہ تم بھی گستاخ رسول، بدمذہب، بے ادب اور بدعقیدہ ہو جاؤ گے اور ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ وہابی وہ ہے جو پشتنی کافر اور یہود و نصاریٰ اور ہندو بت پرست سے بھی بدتر ہے۔ الحمد للہ! اب تو یہ طلسم کافی ٹوٹ چکا ہے اور لوگوں کا شعور اس قابل ہو گیا ہے کہ وہ حق باطل اور سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکیں تاہم اب بھی ہمارے لاکھوں مسلمان بھائی اس تہمت اور بہتان کے گناہِ کبیرہ میں مبتلا ہیں حق تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے ہمارے دلوں کو

جوڑ دے۔ ہم سب کی غلطیوں کو معاف فرمائے۔ ہم سب ایک ہی باغ کے پھول ہیں مگر

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

دوسرا باب

مختلف مکاتب فکر کے علماء اور

مشائخ طریقت کا خراجِ تحسین

اور اظہارِ خیال علماءِ دیوبند

کے متعلق

ہم عصر علماءِ ربانی اور مشائخ کرام علماءِ دیوبند

کے مقبول بارگاہِ خداوندی ہونے پر

یک زبان ہیں

''زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو''

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ:

جو صاحب اس فقیر سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہٗ کو جو تمام کمالات علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں میری جگہ پر بلکہ مدارج میں مجھ سے فوق سمجھیں۔ اگر چہ معاملہ ظاہر میں اس کے برعکس ہے اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھیں کہ ان کے جیسے لوگ اس زمانے میں نایاب ہیں اور ان کی خدمت بابرکت سے فیض یاب ہوتے رہیں اور سلوک کے طریقے جو اس رسالہ (ضیاء القلوب) میں لکھے گئے ہیں ان سے حاصل کریں ان شاء اللہ تعالیٰ بے بہرہ نہیں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند رتبوں تک پہنچائے۔ ان کے نورِ ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور نبی کریم ﷺ کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھیں۔

(ضیاء القلوب مطبع مجتبائی دھلی)

(ایک ولی کامل اپنے مرید کے متعلق جن اعلیٰ کلمات کا اظہار کر رہا ہے وہ اس کی بزرگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ نے اپنے مرید حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق کہا تھا کہ وہ چاند ہیں اور ہم ستارے ہیں۔ مؤلف)

فیصلہ ہفت مسئلہ کے آخر میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ عوام اور خاص طور پر اپنے عقیدت مندوں کو ارشاد فرماتے ہیں:

''اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں خصوصاً عزیزی جناب مولوی رشید احمد صاحب کے

وجود بابرکت کو ہندوستان میں غنیمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ سمجھ کر ان سے فیوض و برکات حاصل کریں کہ مولوی صاحب موصوف تمام کمالات ظاہری وباطنی کے جامع ہیں اور ان کی جو بھی تحقیقات ہیں وہ محض اللہ کی راہ سے ہیں ہرگز اس میں نفسانیت کا شائبہ نہیں۔

آخر میں شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ' کا ایک مکتوب مبارک درج کیا جاتا ہے جو قطب الارشاد حضرت گنگوہی کے علو مرتبت اور کمالات ظاہری وباطنی کی شہادت دیتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ' ونصلی علی رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ چشتی بخدمت محبان وعقیدت مندان

ان دنوں بعض خطوط ہندوستان سے اس فقیر کے پاس آئے ہیں (جب علماءِ دیوبند پر کفر اور وہابیت کی تہمت لگائی گئی تو بہت سے لوگوں نے حضرت حاجی صاحب کو خطوط لکھے کہ حقیقت اس تہمت کی کیا ہے اس کے جواب میں حاجی صاحب نے یہ خط لکھ ہندوستان بھیجا تھا۔ مؤلف) جن میں لکھا تھا کہ بعض لوگ مولوی رشید احمد کے ساتھ سوءِ ظن رکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہم مولوی رشید احمد کو کیا سمجھیں؟

لہٰذا فقیر کی جانب سے مشتہر کرا دو اور طبع کرا دو کہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی فاضل حقانی ہیں۔ سلف صالحین کا نمونہ ہیں۔ شریعت وطریقت کے جامع ہیں۔ شب وروز خدا اور اس کے رسول کی رضامندی میں رہتے ہیں۔ حدیث پڑھانے کا شغل رکھتے ہیں۔ مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب کے بعد اس قسم کا فیض علم دین کا انہیں سے جاری ہوا ہے

ہندوستان میں مولوی رشید احمد فرد واحد ہیں۔ مسائل مشکلہ کی عقدہ کشائی انہیں سے ہوتی ہے۔ ہر سال پچاس آدمی کے قریب علم حدیث پڑھ کر ان سے سند لیتے ہیں۔ اتباع سنت میں محو اور محبت رسول کریم ﷺ اور عشق خداوندی میں غرق ہیں۔ حق گوئی میں ﴿وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ کے مصداق ہیں۔ خدا پر پورا توکل رکھتے ہیں۔ بدعات سے پورے طور پر مجتنب ہیں۔ اشاعتِ سنت ان کا پیشہ اور بدعقیدوں کو خوش عقیدہ بنانا ان کا حرفہ ہے۔ ان کی صحبت اہل اسلام کے واسطے کیمیا اور اکسیر اعظم ہے۔ ان کے پاس بیٹھنے سے خدا یاد آتا ہے اور یہی اللہ والوں کی نشانی ہے۔ متقی اور تارک دنیا ہیں۔ آخرت کی طرف راغب ہیں۔ تصوف اور سلوک میں کامل ہیں۔ امیر وغریب ان کے نزدیک یکساں ہیں سب کی طرف توجہ برابر ہے کسی سے طمع نہیں رکھتے فقیر نے جو کچھ ان کی تعریف میں ضیاء القلوب میں تحریر کیا ہے وہ سب حق ہے اور اب فقیر کا حسن ظن اور محبت بہ نسبت پہلے کے ان کے ساتھ بہت زیادہ ہے۔

فقیر ان کو اپنے واسطے ذریعہ نجات سمجھتا ہے۔ میں صاف کہتا ہوں کہ جو شخص ان کو برا کہتا ہے وہ میرا دل دکھاتا ہے۔ میرے دو بازو ہیں ایک مولوی قاسم مرحوم اور دوسرے مولوی رشید احمد صاحب ایک جو باقی ہے لوگ اس کو بھی نظر لگاتے ہیں۔

میرا اور مولوی رشید احمد صاحب کا عقیدہ ایک ہے میں بھی بدعات کو برا کہتا ہوں۔ دین کے معاملے میں جو ان کا مخالف ہے وہ میرا مخالف ہے اور خدا اور رسول کا مخالف ہے اور بعض جاہل جو کہہ دیتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے محض ان کی کم فہمی ہے۔ طریقت بے شریعت خدا کے یہاں کبھی مقبول نہیں۔ صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہو جاتی

ہے۔قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے آئینہ زنگ آلود ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور گلاب سے بھی لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے ولی اللہ کو پہچاننے کے لیے اتباع سنت کسوٹی ہے۔جو متبع سنت ہے وہ اللہ کا دوست ہے۔اس فقیر سے جو اہل علم محبت رکھتے ہیں وہ اتباع سنت کے سبب سے ہے۔کسی کی مخالفت سے مولوی رشید احمد صاحب کا نقصان نہیں۔

مولوی صاحب وہ شخص ہیں کہ خواص کو چاہیے کہ ان کی صحبت سے مستفید ہوں اور اسے خیر کثیر سمجھیں۔میں چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کے بارے میں مجھے کوئی کلمہ بے ادبی کا نہ سنائی دے نہ کوئی تحریر کرے مجھے ان باتوں سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔عجب بات ہے کہ میرے لخت جگر کو ایذاء دیں اور اپنے آپ کو میرا دوست سمجھیں۔ہر گز نہیں! مولوی صاحب پکے حنفی المذہب، صوفی المشرب اور باخدا ولی کامل ہیں ان کی زیارت کو غنیمت سمجھیں۔

''امداد اللہ فاروقی، مکہ معظمہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ''

(منقول از الشهاب الثاقب، مؤلفه: شيخ الإسلام حضرت مولانا سيدحسين احمد مدنی :۱۲۹ مطبوعه میرٹھ)

اس کے علاوہ بھی حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے بہت سے مکتوب ''مکاتیب رشیدیہ'' میں ملتے ہیں جن میں آپ نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے اپنی انتہائی محبت کا اظہار کیا ہے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

اقتباس:

ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے اور الحمد للہ

حق تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کر دیا ہے کہ کوئی شئے اس کو ہلا نہیں سکتی۔یقین جانو! مجھے دنیا میں کسی سے بھی ملال اور کدورت نہیں ہے تو پھر اپنے عزیزوں سے جو اس گناہ گار کے آخرت میں مددگار ہیں کیونکر کدورت رکھوں گا۔اول تو کسی میں ہمت نہیں کہ فقیر کے سامنے آپ کے خلاف زبان ہلائے کیونکہ اس سے اس کو سوائے میرے رنج و ملال کے کیا فائدہ ہوگا۔دوسرے جو کوئی فقیر کو دوست رکھتا ہے وہ ضرور آپ سے محبت کرے گا تو اس کے خلاف اگر کبھی کوئی تحریر آپ کے پاس جائے تو اس پر یقین نہ کرنا۔

ایک اور مکتوب کے آخر میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے فیض ظاہر و باطن سے ہمیشہ خلق کو فائدہ پہنچاتا رہے آمین۔عزیزم امیر شاہ خاں صاحب آپ کے نہایت معتقد اور بہت ارادت و محبت رکھتے ہیں۔کچھ وجہ ایسی ہوگئی کہ چلتے وقت آپ کی زیارت سے محروم رہے۔آپ صدیقوں کی وجہ سے مجھ سے بھی محبت رکھتے ہیں اس پر کچھ شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان اور عیوب چھپ گئے ہیں۔تمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے۔ان شاء اللہ قیامت میں بھی ایسی ہی ستاری کی اُمید ہے اور تمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے۔والسلام

مکہ معظمہ مؤرخہ ست و ششم ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ

وہابیت کے فتنے کے زمانے میں بہت سے لوگوں نے حضرت مولانا گنگوہی کے خلاف حاجی صاحب کو بہت سے خطوط بھیجے اور آپ کو بدظن اور بدگمان کرنا چاہا مگر حاجی صاحب قدس سرہٗ اللہ کے کامل و مکمل ولی تھے آپ کے باطن کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور

آپ پر سب حقیقت روز روشن کی طرح عیاں تھی چنانچہ ایک خط کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو حضرت گنگوہی کے خط کے جواب میں ہے:

''مولانا! ضیاء القلوب میں جو کچھ آپ کی نسبت فقیر نے تحریر کیا ہے وہ یونہی نہیں لکھا گیا بلکہ جیسا دل پر القا ہوا ہے ویسا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے پس بدیہیات کو نہ ماننا اور اپنے ذریعہ نجات اور وسیلہ فلاح دارین سے علیحدگی کرنا سخت جہالت، محرومی اور ادبار ہے۔ خارج کرنا چہ معنی؟ فقیر تو تم علماء وصلحا کی جماعت میں داخل ہونا موجب فخر دارین، ذریعہ نجات اور وسیلہ فلاح کونین یقین کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعا ہے کہ تم صالحین کی محبت میں جلادے یا مارے۔ (مکاتیب رشیدیہ)

حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری قدس سرہٗ:

(م:۱۳۰۳ھ،1885ء)

آپ قطب ربانی، رئیس المجاہدین، غازی اسلام حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات قدس سرہٗ کے خلیفہ اعظم تھے۔ آپ اکابر علمائے دیوبند کے معاصر اور مرتبہ شناس تھے۔ حضرت مولانا امیر باز خاں ''شہادت امیریہ'' میں لکھتے ہیں۔

''خبر حسرت اثر (وفات) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی صاحب کی آئی تو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: آج میری پشت دو صدموں سے ٹوٹ گئی۔ ایک وفات مولوی محمد قاسم صاحب اور دوسری رحلت مولوی احمد علی سہارنپوری سے یہ دونوں بزرگوار بے ریا، متبع شریعت اور کامل فیض پھیلانے والے تھے مجھ کو ان کے باعث بڑی تقویت تھی اب میں تنہا رہ گیا۔

(شہادت امیریہ علی مکشوفات۔ رحیمیہ مطبوعہ بلالی پڑی ساڈھورو)

حضرت عبدالرحیم سہارنپوری قدس سرہٗ کے ایک خلیفہ ان کے ہم نام عبدالرحیم رائے پوری صاحب ہیں جو حضرت رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے بھی خلافت یافتہ ہیں۔

حضرت عبدالرحیم سہارنپوری کے تمام خلفاء حضرات علمائے دیوبند کے عقیدت مند ہیں۔ جناب صوفی برکت علی صاحب لدھیانوی دارالاحسان سالارروالا تو دارالعلوم دیوبند کو حضرت علاء الدین صابر کلیدی قدس سرہٗ کا مدرسہ کہتے ہیں اس بناء پر کہ بزرگان دیوبند سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے چشم وچراغ ہیں۔

حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی قدس سرہٗ:

(م:۱۳۱۵ء،1897ء)

ذکر خیر المعروف صحیفہ محبوب میں سائیں توکل شاہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

ہم اوائل عمر میں حافظ ضامن علی سکنہ تھانہ بھون سے ملے۔ وہ وجد بہت کیا کرتے تھے اور سماع خوب سنتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم اسی وجد کی حالت میں ان سے ملے تو انہوں نے ہم کو اپنی بغل میں لے کر بہت دبایا اور کس کر گھوٹا پھر تین مرتبہ بڑے زور کے ساتھ دبایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید ہم کو بھی وجد میں لانا چاہتے ہیں۔ مگر ہمیں کچھ بھی نہیں ہوا ہم نے ان کے کان میں کہا آپ خواہ کتنا ہی دبائیں۔ ہم پر کچھ بھی اثر نہیں ہوگا۔ وہ ہمیں چھوڑ کر کہنے لگے واہ درویش! تو بڑا زبردست ہے۔

(حافظ ضامن صاحب اعلیٰ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے پیر بھائی کامل ولی اور علمائے دیوبند کے اکابرین میں سے تھے شاملی کی جنگ میں شہید ہوئے۔ مؤلف)

مولانا مشتاق احمد چشتی اپنی کتاب ''انوار العاشقین'' میں لکھتے ہیں: ''حضرت عارف باللہ سائیں توکل شاہ صاحب نے اس عاجز سے فرمایا تھا کہ میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لے جارہے ہیں اور مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ جہاں پائے مبارک حضور ﷺ کا پڑتا ہے وہاں دیکھ کر پاؤں رکھتے ہیں۔ میں بے اختیار بھاگا ہوں کہ حضور ﷺ کے قدموں میں پہنچوں چنانچہ میں پہنچ گیا۔(انوار العاشقین : صفحہ ٨٨)

حضرت سائیں کے بعض الہامی جملے حضرت قطب الارشاد گنگوہی کی شان میں بھی مشہور ہیں۔

جس زمانے میں مسئلہ امکانِ کذب پر مولانا گنگوہی کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا۔ سائیں توکل شاہ صاحب کی مجلس میں کسی مولوی صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی کا تذکرہ کیا اور کہا کہ امکانِ کذب کے قائل ہیں۔ یہ سن کر سائیں توکل شاہ صاحب نے گردن جھکا لی اور کچھ دیر مراقبہ میں رہ کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ ادا فرمائے: ''لوگو! تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔'' (تذکرۃ الرشید)

حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی:

(م: ١٣١٣ھ، 1895ء)

چودھویں صدی کے مشہور و مقبول متبع سنت عالم دین اویس زمانہ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علمائے دیوبند کے ہم عصر اور ان کے مرتبہ کو پہچاننے والے تھے مولانا شاہ تجمل حسین اپنی کتاب ''کمالات رحمانی'' میں لکھتے ہیں:

اب بیعت کا جو عزم ہوا کہ مجھ کو عقیدت اور غلامی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ آپ کو (حضرت گنج مرادآبادی رحمہ اللہ) کشف سے معلوم ہوگیا تو آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی بہت تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت حاصل ہوگئی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کی بھی بہت تعریف کی کہ ان کے قلب میں ایک نور الٰہی ہے جس کو ولایت کہتے ہیں حضرت مولانا محمد علی مونگیری خلیفہ ارشد حضرت گنج مرادآبادی رحمہ اللہ نے بھی اس قول کی تصدیق کی ہے۔

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ مولوی عبدالمجید صاحب ہزاروی فرماتے تھے کہ جب میں نے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے پاس حدیث شریف پڑھنی شروع کی تو دل اندر سے گھبراتا تھا اور خواب میں اکثر خنزیر کے بچے نظر آیا کرتے تھے کہ میرے چاروں طرف پھر رہے ہیں۔ ایسے خواب دیکھ دیکھ کر میرا دل بالکل اُچاٹ ہوگیا اور وہاں سے روانہ ہو کر سیدھا گنج مرادآباد حضرت مولانا فضل الرحمٰن قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا۔ وہاں حاضر ہو کر میں نے اپنے پڑھنے اور اپنے خوابوں کی کیفیت بیان کی۔ آپ نے فرمایا مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں گنگوہ جاؤ اور انہیں سے پڑھو وہاں حدیث کی دکان کھلی ہوئی ہے اس کے بعد دیر تک حضرت مولانا گنگوہی کی تعریف کرتے رہے فرمایا تم جاؤ تو ہمارا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ آپ کی خدمت میں فضل رحمٰن نے مجھے بھیجا ہے۔ غرض مولوی عبدالمجید صاحب گنگوہ آئے جس وقت حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت وضو کے لیے چوکی پر بیٹھے ہوئے مسواک کر رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر مسکرائے۔ انہوں نے سلام کیا اور مولانا گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا سلام اور پیام پہنچایا اور یہ بھی کہا کہ مولانا نے آپ کی بہت تعریف

کی اور انہیں کا بھیجا ہوا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت گنگوہی نے ان کی تقریر سن کر کمال تواضع سے ارشاد فرمایا وہ خود قابل تعریف ہیں اس لیے دوسروں کی بھی تعریف کرتے ہیں۔ مولوی عبدالمجید صاحب فرماتے تھے کہ آخر میں نے حدیث شروع کی اور اسی دن سے روز بروز پریشانی کم ہوتی گئی اور فرحت بڑھتی رہی۔ (تذکرۃ الرشید)

مولوی محمد سہول صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی کے وصال کے بعد مجھے سید طاہر صاحب رئیس مولانگر ضلع مونگیر سے ملنے کا اتفاق ہوا حضرت گنگوہی کا تذکرہ آیا تو سید صاحب آبدیدہ ہوگئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ ایک دن میں اپنے مرشد حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بزرگوں کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ ایک شخص نے حضرت رشید احمد صاحب کی بابت پوچھا۔ مجھے خوب یاد ہے حضرت مولانا نے یہ الفاظ فرمائے: ''مولانا رشید احمد صاحب کا کیا حال پوچھتے ہو وہ تو دریا پی گئے اور ڈکار تک نہیں لی۔'' (تذکرۃ الرشید)

ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر ہندوبست ضلع گوالیار ایک بار پریشانی میں مبتلا ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین لاکھ روپے کا مطالبہ ہوا۔ ان کے بھائی دعا کے لیے حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا نے وطن پوچھا انہوں نے کہا دیوبند۔ مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا کہ گنگوہ قریب تر تھا مولانا گنگوہی کی خدمت میں کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے کہا مجھے آپ کی عقیدت کھینچ لائی ہے۔ مولانا نے ارشاد فرمایا: تم گنگوہ ہی جاؤ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی دعا پر موقوف ہے اگر تمام زمین کے اولیاء بھی دعا کریں گے تو

فائدہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ یہ واپس ہوئے اور بوسیلہ حکیم ضیاء الدین صاحب مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے حکیم صاحب نے سفارش کی تو مولانا نے فرمایا کہ یہ صاحب مدرسہ دیوبند کے مخالف ہیں جو اللہ کا ہے یہ قصوروار اللہ کے ہیں اللہ سے توبہ کریں بندہ بھی دعا کرے گا۔ چنانچہ انہوں نے توبہ کی اور کچھ دن بعد حکومت کی طرف سے ان کی براءت کا حکم بھی آگیا۔ (حکایاتِ اولیاء)

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ:

(م: ۱۳۱۹ھ، 1901ء)

حضرت خواجہ غلام فرید پنجاب میں سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے۔ فرمارویان ریاست بہاولپور کے پیر ومرشد تھے۔ آپ کے ملفوظات کا ایک مجموعہ ''مقابیس المجالس'' کے نام سے موجود ہے۔

عرب کے سلاسل طریقت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ سلسلۂ چشتیہ میں اس وقت صرف حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ہیں جو چشتی صابری ہیں۔ ایک اور ملفوظ میں فرمایا کہ حاجی امداد اللہ صاحب بہت کامل بزرگ ہیں اور دہلی، دیوبند، سہارنپور کے جید علماء جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم اور مولوی محمد یعقوب صاحب حاجی صاحب کے مرید اور خلفاء ہیں۔ (مقابیس المجالس)

حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ:

(م: ۱۳۳۰ھ، 1919ء)

ابتداء میں آپ قطب العارفین حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری قدس سرہٗ خلیفہ اعظم

غازی اسلام حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات نور اللہ مرقدہٗ کے مرید تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کبھی کبھی کلیر شریف تشریف لے جاتے اور کچھ شب وروز درگاہ شریف میں قیام بھی فرماتے ایک مرتبہ وہاں آپ کو عجیب واقعہ پیش آیا جس نے آپ کی زندگی میں ایک خاص انقلاب پیدا کر دیا جسے ان کے خلیفہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ بار بار اپنی مجالس میں بیان فرماتے رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک رات حضرت عبدالرحیم شاہ صاحب حضرت تاج الاولیاء حضرت خواجہ علاء الدین صابر کلیری قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے پاس بنی ہوئی مسجد سے ملے ہوئے میدان میں سو رہے تھے نصف شب کو اپنے اوپر بارش محسوس کی آپ فوراً اندر سائے میں چلے گئے پھر غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بارش نہیں تھی۔ آپ دوبارہ باہر آکر لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد پھر وہی بارش کی سی کیفیت ہوئی تو آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ بارش انوار ہے۔

آپ اٹھے اور وضو کیا اور نفل پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ اچانک آپ نے آواز سنی۔ عبدالرحیم! عبدالرحیم! آپ نے خیال کیا اس صحن میں بہت سے لوگ سو رہے ہیں ان میں کوئی عبدالرحیم ہوگا۔ آخر آپ کے قلب کو کشش ہوئی سلام پھیر کر مزار مبارک کی طرف متوجہ ہوئے تو آواز آئی میں تمہیں ہی بلا رہا ہوں۔ ہمارے سلسلے کی نعمت اس وقت گنگوہ میں مولانا رشید احمد کے پاس ہے آپ وہاں جائیں۔

آپ کلیر شریف سے عجیب خیالات اور جذبات لیے ہوئے واپس ہوئے۔ حج کا زمانہ تھا آپ فوراً حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ اس زمانہ میں مکہ شریف میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے چشمۂ فیوض سے ایک عالم سیراب ہو رہا تھا۔ آپ بھی حاجی

صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اگرچہ حضرت رائے پوری نے کلیر شریف کا واقعہ کسی سے بھی بیان نہیں کیا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب پر وہ بتمام وکمال منکشف ہو گیا تھا۔

حضرت رائے پوری جب آخری ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے ایک مکتوب گرامی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے نام دیا۔ حضرت رائے پوری نے واپس گنگوہ پہنچ کر وہ مکتوب حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور چاروں سلاسل طیبہ کی اجازت کے ساتھ اپنی دستارِ خلافت مرحمت فرمائی۔

حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہٗ:

(خانقاہ موسیٰ زئی، ۱۳۳۳ھ)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اپنے والد حضرت عثمان دامانی کے خلیفہ ہیں آپ حدیث شریف میں حضرت مولانا حسین علی صاحب (واں بھچراں) کے شاگرد تھے اور مولانا حسین علی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے شاگرد تھے حضرت خواجہ کے دادا پیر حضرت دوست محمد قندھاری دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔

حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی:

(م:۱۳۱۴ھ،1923ء)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ اکابر علمائے دیوبند کے معاصر اور ہندوستان کے نامور مشائخ میں سے تھے۔ بزرگان دیوبند اور آپ

کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی آپ کے اساتذہ
میں سے تھے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت ابوالحسن زید مدظلہ' اپنی کتاب ''مقامات خیر'' میں رقم
طراز ہیں: میں نے حدیث شریف کا دور مدرسہ مولوی عبدالرب میں حضرت مولانا عبدالعلی
صاحب کے حلقے میں کیا۔حضرت عبدالعلی صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
تعالیٰ کے شاگرد تھے۔حضرت محمد قاسم نانوتوی سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ایک
دن کہنے لگے میں نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی حیات میں یہ خواب دیکھا کہ سرور
دوعالم ﷺ ایک اونٹ پر سوار ہیں اور اونٹ کی نکیل حضرت مولانا نانوتوی کے مونڈھے پر
پڑی ہوئی ہے۔آنحضرت ﷺ اسی کیفیت میں ہیں جس کا بیان محدثین نے کیا ہے مگر آپ
کی لحیہ مبارک حلق شدہ ہے اور میں آپ کی اونٹنی کے پیچھے چل رہا ہوں۔اس خواب کو میں
نے حضرت نانوتوی سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا آپ کا اظہار حلق لحیہ کی صورت میں یہ
ظاہر کررہا ہے کہ اب آپ کی یہ سنت مبارکہ ترک کردی جائے گی مولانا کی وفات ۱۲۹۷
ھ میں ہوئی ہے ان دنوں ڈاڑھی ترشوانے کا بڑھتا ہوا رواج مولانا کے خواب کی صحیح تعبیر بن
کر سامنے آرہا ہے۔

ایک دوسری جگہ ''مقامات خیر'' میں لکھتے ہیں: ایک دن جناب حضرت مولانا محمود الحسن
صاحب شیخ الہند حضرت والد سے ملنے تشریف لائے۔آپ ان سے نہایت محبت سے ملے
اور تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ دونوں کی پر لطف ملاقات رہی۔مولوی صاحب آپ سے مل کر بہت
خوش ہوئے اور آپ نے ان کو محبت اور احترام کے ساتھ رخصت کیا۔

(مقامات خیر: صفحہ ۲۴۰)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور حافظ احمد بن مولانا قاسم نانوتوی کی آمد سے
حضرت سیدی والد مطلع ہو کر بہت خوش ہوئے،فرمایا ہمیں سہارا دو چنانچہ سہارا لے کر آپ
کھڑے ہوئے اور دونوں سے ملے۔حافظ احمد صاحب کی وجہ سے ان کے والد کا ذکر آیا تو
فرمایا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نے شاہ عبدالغنی سے حدیث شریف پڑھی
ہے۔دونوں اپنے استاد کا اور ان کی جائے قیام کا اتنا ادب کرتے تھے کہ خانقاہ کے باہر
جوتے اتار کر برہنہ پا اندر داخل ہوتے تھے۔(مقامات خیر: صفحہ ۲۴۱)

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فرزند حکیم محمد مسعود معہ چند احباب آپ سے ملنے کے لیے
آئے تو آپ بڑی محبت سے ملے۔سب کی خاطر شیرینی اور چائے سے کی۔آپ کی محبت
بھری باتیں سن کر سب رونے لگے آخر میں آپ نے فرمایا مولوی صاحب ہمارے دوست
تھے اور ہم ان کے دوست تھے۔(مقامات خیر: صفحہ ۴۹۱)

حضرت مولانا ابوالسعد خاں رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف:

(م:۱۳۰۷ھ،1941ء)

خلیفہ اعظم حضرت خواجہ سراج الدین صاحب قدس سرہ' موسیٰ زئی شریف،ایک مرتبہ
حضرت مولانا انور شاہ کشمیری قدس سرہ' کندیاں تشریف لے گئے اور ایک مرتبہ خود مولانا ابوسعد
صاحب ان سے ملاقات کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تھے علامہ شبیر احمد عثمانی نے
قرآن پاک کی تفسیر لکھی تھی جو مدینہ پریس بجنور سے طبع ہوئی جس کو پڑھ کر مولانا ابوسعد صاحب
نے ایک مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانی کو بھیجا جس میں تحریر کیا کہ آپ نے یہ تفسیر لکھ کر امت محمدیہ
پر احسان فرمایا ہے۔میں تہجد کی نماز پڑھ کر روزانہ آپ کی درازی عمر کی دعا کرتا ہوں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری جب راولپنڈی جیل میں تھے وہاں سے انہوں نے پیغام بھیجا
کہ آپ زندہ ہوں اور میں جیل کاٹوں یہ بات مناسب نظر نہیں آتی۔ مقصود رہائی کے لیے دعا
کی درخواست تھی یہ پیغام سن کر حضرت نے فرمایا اگر علالت طبعی حائل نہ ہوتی تو میں شاہ جی
کو ایک دن بھی جیل میں نہ رہنے دیتا۔

حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ:

(م:۱۳۵۹ھ)

تلمیذِ رشید حضرت سید برکات احمد ٹونکی برصغیر ہند و پاک کے نہایت بلند پایہ عالم تھے۔
اکابر علمائے دیوبند سے آپ کے بڑے گہرے روابط تھے۔ عمر بھر جمعیت علمائے ہند سے
وابستہ رہے علمائے دیوبند کے ساتھ مل کر تحریکِ آزادی میں حصہ لیتے رہے۔ علامہ سید
سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں:

”تحریک خلافت میں مذہبی فتوے کے جرم میں دو سال کی قید و بند کو اس پامردی اور
عالی ہمتی سے برداشت کیا کہ علی برادران نے آپ کے قدم چوم لیے۔“

مولانا مفتی کفایت اللہ، علامہ سید سلیمان ندوی، شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی اور
دوسرے اکابر علمائے کرام بڑی عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے کبھی کبھی فنی اور علمی
مسائل پر تحقیقی گفتگو بھی کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ:

(م:۱۳۴۸ھ)

آپ حضرت حافظ محمد صدیق بھر چونڈی شریف کے خلفائے عظام میں سے تھے اور

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی تحریک آزادی (ریشمی رومال کے نام سے مشہور
ہے) کے سرگرم کارکن تھے حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ آپ ہی کے خلیفہ اجل
ہیں۔

مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند اس وقت تشریف لے گئے
جب وہاں جلسہ دستارِ بندی منعقد ہوا تھا یہ ۱۳۲۸ھ کا زمانہ تھا حضرت مولانا غلام محمد دین
پوری رحمہ اللہ بھی ہمراہ تھے۔ حضرت شیخ الہند کے درس حدیث میں شریک ہوئے تو اس سے
اتنے متاثر ہوئے کہ دارالعلوم میں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا حضرت دین پوری بڑی مشکل
سے سمجھا بجھا کر واپس لے آئے۔

حضرت مولانا محبوب الرسول صاحب ضلع جہلم:

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو میں اللہ کا ولی سمجھتا ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی آیت تھے
اسلام اور علم کی ان سے اللہ تعالیٰ نے جو خدمت لی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی
حسنات کو قبول فرما کر ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ باقی رہا معترضین کا ان کی عبارت سے
اپنے مفید طلب نکالنا تو ہر ہوش مند آدمی ایسی باتوں کی طرف دھیان بھی نہیں کر سکتا
معترضین نے کس چیز سے مفید مطلب و معنی نہیں نکالے۔ آیاتِ قرآنی کی تاویل کی۔
احادیثِ نبوی کو اپنے رنگ میں ڈھالا، حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب شریف سے
عبارتیں نکال کر ان کو تاویل کی سان پر چڑھایا۔ تو کیا ہم ان کی باتیں سن کر ان بزرگوں کے
حق میں بدعقیدہ ہو جائیں گے؟ بہر حال میں کیا اس پر رائے دوں اور پھر حجۃ الاسلام
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے علم و ایمان پر روشنی ڈالوں۔ میں تو ان لوگوں کے وسیلے

سے اللہ تعالیٰ کی رحمت چاہتا ہوں۔

(21مئی 1964ء منقول از ڈھول کی آواز حکایت مهرووفا ، سید نفیس الحسینی)

حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی رحمہ اللہ:

خلیفہ حضرت حافظ صابر علی رام پوری سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ تذکرۂ خواجگان چشتیہ صابریہ (المعروف بہ ''انوار العاشقین'') ۱۹۱۴ء میں تصنیف کیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب کے ہم عصر تھے۔ اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء بے شمار ہر دیار و امصار میں موجود ہیں۔ متاخرین مشائخ چشتیہ صابریہ میں حضرت حاجی صاحب کے برابر کسی شیخ کو اس درجہ شہرت نصیب نہیں ہوئی۔ منجملہ آپ کے خلفاء کے حضرت بقیۃ السلف مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ، مسلم علماء اور صلحاء میں سے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلفاء بھی بزرگ اور عالم باعمل ہیں جیسے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی، مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا عبدالرحیم رائے پوری مولانا صدیق احمد صاحب اور آپ کے صاحبزادے حکیم مسعود احمد گنگوہ میں مولانا کے جانشین ہیں۔ حاجی وارث حسن بھی عمدہ خلفاء میں سے ہیں صوفیانہ طور طریق رکھتے ہیں۔ حضرت مکرمی اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے عالم و جاہل دونوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ بڑے قادر الکلام ہیں صدہا کتابیں تصنیف کر چکے ہیں زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ حضرت خواجہ سید مخدوم علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہٗ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا تو اس

وقت حضور مخدوم رحمہ اللہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی کی شکل میں نظر آئے اور حضرت سائیں توکل شاہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں اور مولانا محمد قاسم جہاں پائے مبارک آپ ﷺ کا پڑتا ہے وہاں دیکھ کر پاؤں رکھتے ہیں۔ میں بے اختیار بھاگا کہ حضور کے پاس پہنچوں چنانچہ میں آگے ہو گیا۔ (انوار العاشقین صفحہ ۸۲ تا ۸۸ شائع کردہ مجلس اشاعت العلوم حیدر آباد دکن، مطبوعہ عثمان پریس حیدر آباد دکن انڈیا)

الحاج محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ مومن ضلع سرگودھا:

اقتباس تحریر:

مرزائیوں اور دیگر معترضین کا حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے متعلق غلط الزام۔ احقر کتاب ''تحذیر الناس'' مصنفہ حضرت مولانا موصوف کا بغور مطالعہ کر کے حیران رہ گیا کہ مرزائی وغیرہ کس بے باکی سے مولانا نانوتوی کو اجرائے نبوت بعد رسول پاک ﷺ کا معتقد کہتے ہیں حالانکہ ''تحذیر الناس'' کی عبارت سے کہیں بھی استنباطاً و استخراجاً یہ چیز ثابت نہیں ہو سکتی۔

حضرت خواجہ سدید الدین چشتی نظامی

سجادہ نشین مرولہ شریف ضلع سرگودھا (م: ۱۴۰۹ھ، 1989ء)

آپ کے دادا بزرگوار حضرت خواجہ محمد معظم الدین رحمہ اللہ شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلیفہ ارشد تھے۔ خواجہ سدید الدین عالم و فاضل ہیں اور مسلک اعتدال کے حامل ہیں۔ آپ کے استاد محترم حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری کے ہم درس اور

حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے باکمال شاگرد تھے۔

شاہ نفیس الحسینی اپنی کتاب ''حکایت مہر ووفا'' میں لکھتے ہیں:

راقم نے ذاتی طور پر آپ کو وسیع المشرب پایا ہے۔ لاہور میں بارہا آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ فقیر دو مرتبہ مرولہ شریف ایک دو شب ان کی مہمانی کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ ستمبر ۱۹۶۸ء کو جب حاضری ہوئی تو حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی بھی ایک خاص جماعت کے ساتھ وہاں تشریف لائے ہوئے تھے صبح ناشتہ کے بعد کی مجلس کی یاد اب تک تازہ ہے اس میں اکابر علمائے دیوبند کا تذکرہ بھی ہوا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی کتاب ''تحذیر الناس'' کے بارے میں کسی عالم نے سوال کیا۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی نے حضرت نانوتوی قدس سرہ' کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ معترضین ان کی عبارت کو سمجھتے نہیں۔ میں علماء دیوبند کی تکفیر سے بری ہوں۔ پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری قدس سرہ' کی تعریف میں ''نور الایضاح'' کا پورا واقعہ بیان فرمایا کہ کس طرح حضرت انور شاہ صاحب مصر تشریف لے گئے اور ایک کتب خانے میں ''نور الایضاح'' کا قلمی نسخہ مطالعہ کیا پھر یہاں ہندوستان آکر اپنے حافظے کی مدد سے اس کو من و عن نقل کر کے شائع کرا دیا پھر آپ نے فرمایا:

''مولانا انور شاہ صاحب کا حافظہ حضور نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھا۔''

ایک معمر عالم مجلس میں آئے تو خواجہ صاحب نے ان سے پوچھا آپ نے حدیث کس سے پڑھی؟ انہوں نے کہا حضرت خلیل احمد سہارنپوری صاحب سے، پھر پوچھا آپ نے مولانا محمود الحسن صاحب کو بھی دیکھا تھا؟ پھر خود ہی فرمایا ''مولانا بہت بڑے محدث تھے۔''

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی نے اپنے استاد گرامی خواجہ معین الدین اجمیری کی علمی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''مولانا احمد رضا خاں کا عشق رسول ﷺ بجا مگر علم و فضل کے لحاظ سے اپنے استاد معین الدین اجمیری کے برابر نہیں سمجھتا۔

(حکایت مہرو وفا از نفیس الحسینی شاہ صاحب)

حضرت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ:

(م: ۱۳۸۶ھ، 1966ء)

مفتی و امام مسجد فتح پوری دہلی آپ حضرت مولانا مفتی محمد مسعود خلیفہ ارشد قطب ربانی حضرت سید امام علی شاہ صاحب مکان شریف قدس سرہ' (۱۲۸۲ھ) کے پوتے تھے۔

آپ کے صاحبزادے پروفیسر محمود مسعود احمد صاحب نے ''تذکرہ مظہر مسعود'' آپ کے حالات میں لکھا ہے، اس میں لکھتے ہیں:

اہل سنت والجماعت میں مختلف جماعتیں موجود ہیں مگر والد صاحب نے خود کو کبھی کسی جماعت سے وابستہ نہیں فرمایا۔ حضرت کا مسلک ''تائید حق'' تھا خواہ کسی جماعت میں ہو۔

دہلی کے مشہور عالم وفقیہ مفتی کفایت اللہ مرحوم اور حضرت کے درمیان بعض مسائل پر اختلاف رائے رہا مگر یہ اختلاف کبھی بنائے مخاصمت نہیں بنا جن کو اللہ علم دیتا ہے ان کو وسعت قلبی بھی عطا فرماتا ہے۔ یہ دونوں حضرات ایک دوسرے سے بڑے احترام سے اور محبت سے پیش آتے تھے۔ ایک مرتبہ مفتی کفایت اللہ صاحب والد صاحب سے ملنے گھر تشریف لائے۔ والد صاحب اس وقت چار پائی بن رہے تھے۔ حضرت مفتی صاحب بولے چار پائی بننا تو مجھے بھی آتا ہے یہ کہہ کر والد کے ساتھ چار پائی بننے لگے۔

(تذکرہ مظہر مسعود: صفحہ ۲۳۷)

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مفتی صاحب نے انتقال سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ میری نماز جنازہ امام صاحب (قبلہ والد صاحب) پڑھائیں اس سے کمال محبت و عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ تعلقات ان حضرات کے لیے سبق آموز ہیں جو خواہ مخواہ دل میں رنجشوں کو پال کر دل کو ویران کرتے ہیں۔(تذکرہ : صفحہ ۳۳۱)

مولانا محمد الیاس مرحوم بانی تبلیغی جماعت کا مرکز بستی نظام الدین میں تھا حضرت قبلہ والد صاحب جب ادھر جاتے تو مولانا کے ہاں بھی تشریف لے جاتے خصوصاً علالت کے زمانے میں عیادت کے لیے ضرور تشریف لے جاتے تھے۔(صفحہ ۴۶۳)

حضرت مفتی محمد مظہر اللہ صاحب نے اپنے صاحبزادوں کو مدرسہ فتح پوری ہی میں دیوبند کے اساتذہ سے تعلیم دلائی اور آپ کے ایک پوت داماد قاری رضوان اللہ صاحب نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری پر اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھ کر علی گڑھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ (صفحہ ۴۸۱)

''انقاء المحال فی رؤیۃ الہلال'' (مطبوعہ دہلی: ۱۹۵۰) میں حضرت مفتی مظہر اللہ صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت رشید احمد گنگوہی سے استدلال کیا ہے فرماتے ہیں:

''اور مولانا گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو معتبر مانا ہے۔'' (صفحہ ۵۰۳)

اس رسالے کے آخر میں مرحوم نے بڑی دلسوزی سے مسلمانوں کو وصیت فرمائی ہے کہ وہ ان لوگوں کی پیروی کریں جو سلف کے راستے پر گامزن ہیں۔ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ تو

تشریف لے جا چکے اب فقیر بھی اپنی عمر پوری کر چکا ہے آج نہیں کل اپنے مولی کے حضور میں حاضر ہو جائے گا۔ اس لیے تمہیں وصیت کرتا ہے کہ تم ایسے امور میں ان علماء کی پیروی کرو جو مجتہدانہ روش پر نہیں جا رہے ہیں بلکہ سلف صالحین کی پیروی کرتے ہیں۔(صفحہ ۵۰۶)

حضرت مفتی مظہر اللہ صاحب کی بیعت حضرت سید صادق علی شاہ صاحب فرزند و جانشین قطب ربانی حضرت امام علی شاہ مکان شریف سے تھی لیکن خلافت حضرت مولانا رکن الدین صاحب الوریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے پائی تھی۔

حضرت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری:

(م: ۱۳۸۱ھ، 1966ء)

آپ حضرت پیر حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے والد نے آپ کو مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا اور وہیں سے آپ فارغ التحصیل ہوئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم فارغین کی دستار بندی اس سال حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کے دست مبارک سے ہوئی تھی۔

آپ نے علی پور میں دینی مدرسہ قائم کیا ہوا تھا۔ طالب علموں کو خود بھی کتابیں پڑھاتے تھے اور دورہ حدیث شریف کے لیے طالب علموں کو دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور جانے کی تلقین فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی:

سجادہ نشین سیال شریف (م: ۱۴۰۱ھ، 1981ء)

قطب العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی خلیفہ ارشد حضرت سلیمان تونسوی

قدس سرہٗ کے پڑپوتے اور حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین کے فرزند و جانشین ہیں۔
حضرت سیالوی کی ایک سنہری تحریر جوانہوں نے مولانا کامل الدین رتو کالوی کوعنایت فرمائی ملاحظہ ہو:

’’میں نے ’’تحذیر الناس‘‘ کا مطالعہ کیا ہے میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان کہتا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا محمد قاسم کا دماغ پہنچتا ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی۔ قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ سمجھ لیا گیا ہے۔

فقیر قمر الدین سیالوی

(’’ڈھول کی آواز‘‘ مولفہ مولانا کامل الدین رتو کالوی صفحہ ۱۱۶، مطبوعہ ثنائی پریس سرگودھا)

حضرت سید مظہر قیوم سجادہ نشین مکان شریف:

(م: ۱۳۶۱ھ)

علمائے دیوبند سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے تو آپ شیدائی تھے۔ شاہ صاحب بھی اکثر ان کے پاس مکان شریف تشریف لے جاتے تھے وعظ و خطاب بھی فرماتے تھے۔ آج کل آپ کے صاحبزادے سید محفوظ حسین شاہ صاحب فاضل دیوبند سجادہ نشین ہیں بھلیر ضلع شیخوپورہ میں سکونت پذیر ہیں۔

حضرت پیر احمد شاہ صاحب چورہ شریف رحمہ اللہ:

’’اسوۂ اکابر‘‘ میں لکھا ہے کہ متحدہ ہندوستان کے اور بہت سے ایسے مشائخ ماضی قریب

میں گزرے ہیں جن کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ دیوبند کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے بعض نے خود اکابر دیوبند کی شاگردی اختیار کی مثلاً پیر احمد شاہ صاحب چورہ شریف ضلع کیمبل پور کہ وہ اپنے جد امجد حضرت خواجہ ملا دین محمد صاحب چورہ شریف رحمہ اللہ کی زندگی میں دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے گئے اور عمر بھر اکابر دیوبند کے علم وتقویٰ کی تعریف فرماتے رہے۔

حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین سجادہ نشین سیال شریف قدس سرہٗ:

(م: ۱۳۷۸ھ)

آپ حضرت قطب ربانی حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہٗ کے پوتے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے۔ آپ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی تحریک آزادی سے بالکل متفق اور انگریزی اقتدار کے سخت مخالف تھے۔

ایک مرتبہ آپ جب دیوبند تشریف لے گئے تو اسٹیشن پر دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ اور عوام کے ایک جم غفیر نے آپ کا استقبال کیا دارالعلوم میں مکمل چھٹی کردی گئی اور ایک جلسہ منعقد کر کے آپ کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خطاب میں دارالعلوم کی علمی اور سیاسی خدمات کی تعریف اور تائید فرمائی۔ بعد ازاں آپ نے دارالعلوم کو دو سو روپے کا عطیہ بھی مرحمت فرمایا۔ (اسوۂ اکابر: صفحہ ۹)

حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ:

خلیفہ مجاز حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ

مولف ’’چراغ سنت‘‘ نے آپ کا حسب ذیل بیان نقل کیا ہے:

’’مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کا زمانہ میں نے نہیں پایا۔ مولانا

خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا محمود الحسن صاحب کی زیارت ایک دفعہ کی ہے۔ مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی زیارت ایک مرتبہ کی ہے اور ان کا وعظ بھی سنا ہے۔ اس سے زیادہ ان حضرات کے ساتھ مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا مگر میرا اعتقاد ان بزرگوں سے متعلق یہ ہے کہ یہ سب حضرات علماء ربانیین اور اولیاء امت محمدیہ ﷺ سے تھے۔ احقر کو بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی ہے مگر میرا اعتقاد یہی ہے اور اس کا سبب ان کی تصنیفات کا مطالعہ اور استفادہ اور قبول عام ہے خاص طور پر مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی خدمات طریقت پر نظر کر کے شبہ ہوتا ہے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں۔ (چراغ سنت مولفہ سید فردوس علی شاہ صفحہ ۲۷۰)

حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی:

(م:۱۹۰۲ء)

''اسوۂ اکابر'' میں لکھا ہے:

حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سابق پنجاب کے جلیل القدر فاضل اجل اور شیخ طریقت تھے آپ کو تمام علوم کی سند فراغ حضرت علامہ عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلی قدس سرہٗ سے حاصل تھی اور طریقت میں آپ عارف باللہ حضرت خواجہ ملا دین محمد صاحب تیراہی نقشبندی مجددی چورہ شریف رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم تھے۔ ایک دفعہ امرتسر میں ایک واعظ کے بیان سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے خلاف عوام میں سب وشتم کا طوفان اٹھا تو آپ ہی نے جلسہ عام میں عوام کو سرزنش کی اور مولانا کی توہین سے باز رکھا۔ (صفحہ ۱۴)

مولانا دیدار علی شاہ مرحوم الوری:

(م:۱۳۵۴ھ)

مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب اور مولانا ابوالحسنات اور ابوالبرکات سید احمد قادری لاہوری کے والد تھے۔ ان کے ایک رسالہ ''تحقیق المسائل'' کا اقتباس ملاحظہ ہو:

''اور مولانا و استادنا رئیس المحدثین مولانا محمد قاسم اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے فتاویٰ اجوبہ سوالات خمسہ کی نقل زمانہ طالب علم میں کی ہوئی احقر کے پاس موجود ہے۔''

حضرت میاں صاحب شیر محمد شرقپوری:

(م ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء)

آپ کے پیر حضرت خواجہ امیر الدین تھے جو حضرت خواجہ امام علی شاہ مکان شریف قدس سرہٗ کے خلیفہ ارشد تھے۔ آپ اولیاء سلف کا نمونہ تھے۔ انتہائی متبع سنت اور بدعات سے نفرت کرنے والے تھے۔ علمائے دیوبند سے بہت محبت فرماتے تھے۔ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمہ اللہ نے آپ کی سوانح حیات ''خزینۂ معرفت'' کے نام سے شائع کی ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا انور شاہ کشمیری صدر مدرسہ دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی لاہوری شرقپور حاضر ہوئے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی محبت و ارادت سے ملے۔ پھر آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحب خاموش رہے۔ بعد ازاں آپ نے حضرت انور شاہ صاحب کو بڑی عزت سے رخصت کیا اور موٹر کے اڈے تک میاں صاحب خود سوار کرانے کے لیے ساتھ تشریف لائے۔ انور شاہ صاحب نے میاں صاحب سے کہا کہ آپ میری کمر

پر ہاتھ پھیر دیں میاں صاحب نے ایسا ہی کیا اور رخصت کر کے واپس اپنے مکان پر تشریف لائے بعد ازاں آپ نے بندہ سے فرمایا شاہ صاحب اتنے بڑے عالم ہو کر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ پھر میاں صاحب نے مجھ سے فرمایا ''دیوبند میں چار نوری وجود ہیں'' ان میں سے ایک انور شاہ صاحب ہیں۔

مولانا عبدالحنان ہزاروی شاگرد رشید حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں کہ میں جب تک آسٹریلیا مسجد لاہور میں مقیم رہا حضرت میاں صاحب کے خلیفہ سید محمد اسماعیل کرموں والے لاہور آنے پر میرے یہاں قیام فرماتے تھے۔

حضرت میاں صاحب کے دوسرے خلیفہ صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی حضرت مفتی اعظم کفایت اللہ صاحب اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے شاگرد تھے۔ آپ کے خلیفہ جناب حاجی فضل احمد صاحب مدیر ''سلسبیل'' لاہور اپنے پیر و مرشد کی روش پر قائم ہیں۔

حضرت سید جماعت علی شاہ ثانی علی پوری:

(م:١٣٥٨ھ،1939ء)

آپ قطب ربانی بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب خطیب مسجد قادری لائل پور فرماتے ہیں کہ دورہ حدیث سے پہلے کی کتابیں میں نے اپنے استاد محترم محمد حسین شاہ صاحب خلف الرشید حضرت پیر حافظ جماعت علی شاہ سے علی پور میں پڑھی تھیں ایک روز میرے والد حضرت مولانا عبدالغنی صاحب نے جو پیر سید جماعت علی شاہ کے خلیفہ بھی تھے مجھ سے کہا کہ تم اپنی تعلیم پوری کرو۔ دورۂ حدیث کے لیے

دارالعلوم دیوبند یا منظر اسلام بریلی جہاں چاہو چلے جاؤ میں نے عرض کیا کہ اپنے استاد محترم سے مشورہ کر لوں پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔

چنانچہ میں نے استاد محترم سے والد صاحب کا منشا مبارک ظاہر کیا تو حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھے دارالعلوم دیوبند جانے کا مشورہ دیا۔ اس زمانے میں حضرت استاد کے والد حضرت سید جماعت علی شاہ ثانی حیات تھے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند جانے پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ چنانچہ میں نے دو سال میں دارالعلوم سے دورۂ حدیث شریف کی سعادت حاصل کی۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف:

(م:١٣٥٦ھ)

عالم بے نظیر، فقیہ بے بدل، عارف باللہ حضرت سید مہر علی شاہ صاحب پنجاب میں سلسلۂ چشتیہ کے مہر منیر تھے آپ خواجہ سلیمان تونسوی کے خلیفہ ارشد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ارشد تھے۔ آپ کو حضرت قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ سے بھی اجازت حاصل ہے۔ آپ کی سوانح حیات ''مہر منیر'' میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا ''جب میں عرب شریف سے (بعد حج) واپس آیا تو ایک مدت کے بعد دیوان سید محمد سجادہ نشین پاک پتن شریف کے تقاضے پر سلسلہ چشتیہ صابریہ کے وظائف انہیں تلقین کیے۔ اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ کے اس عطیہ (خلافت و اجازت) کی حکمت معلوم ہوئی۔

''اسوۂ اکابر'' میں لکھا ہے: ''حضرت مولانا محمد سعید صاحب کو مری والے فرماتے ہیں

کہ میں حضرت پیر صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے دریافت کیا آپ مولوی محمد قاسم صاحب سے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟ حضرت پیر صاحب نے جواباً فرمایا: کیا تم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے متعلق پوچھتے ہو۔اس نے عرض کیا جی ہاں! انہیں کے متعلق پوچھتا ہوں۔جواب میں حضرت پیر صاحب نے فرمایا:

''وہ حضرت حق کی صفت علم کے مظہر اتم تھے۔''

حضرت پیر صاحب گولڑوی نے ایک فتویٰ متعلقہ ''فرار از طاعون'' کی تصدیق وتائید میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ اپنی کتاب ''فتوحات صمدیہ'' (مطبوعہ بار سوم صفحہ ۶۱ ملتان) میں درج کیا اور اس پر جلی قلم سے یہ عنوان تحریر فرمایا:

''نقل فتویٰ جناب مولانا رشید احمد گنگوہی عم فیضہ''

حضرت گنگوہی کے وصال کے بعد جب یہ فتویٰ خدام خانقاہ گولڑہ شریف کی طرف سے شائع کیا گیا تو حضرت کا نام یوں درج کیا۔

''حضرت مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ''

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف حضرت احمد علی سہارنپوری سے حدیث شریف پڑھتے تھے۔ایک دن آپ نے فرمایا کہ بخاری شریف کا حاشیہ جو اس وقت چھپ رہا تھا جب مولانا قاسم نانوتوی صاحب تصحیح فرماتے اور حضرت سہارنپوری حضرت نانوتوی کو دس روپیہ ماہوار دیتے تھے۔ایک بار ہم بیٹھے تھے کہ حضرت نانوتوی تشریف لائے تو حضرت سہارنپوری نے پوچھا کہ مولوی صاحب گزراوقات ہوجاتی ہے یا نہیں تو حضرت نانوتوی

نے فرمایا کہ حضرت اگر دو روپیہ اور ہوجائیں تو دو طالب علم اور رکھ لوں تو مولانا سہارنپوری نے دو روپیہ مزید اضافہ کردیا ہم سب حیران ہوئے کہ کتنی بڑی قربانی ہے اس تھوڑی سی رقم کو بھی اپنی ذات پر نہیں بلکہ اللہ کے دین کے لیے طلبہ پر خرچ فرماتے ہیں۔پیر صاحب نے مزید فرمایا کہ مولانا نانوتوی وجود میں بالکل دبلے پتلے سے تھے مگر جب بولتے تو معلوم ہوتا کہ یہ شخص خداداد نعمتوں سے مالا مال ہے۔دنیا سے ان کو ذرہ برابر بھی تعلق نہیں تھا۔

(عرفان حیات)

حضرت خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی رحمہ اللہ:

(م:۱۳۹۴ھ،1974ء)

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے نورِ نظر تھے، عرف میں آپ کو بابوجی کہتے ہیں۔ مولانا کامل الدین اپنی تصنیف ''ڈھول کی آواز'' میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب ''تحذیر الناس'' کی عبارت پر کچھ لوگوں میں بحث ہوئی۔انہوں نے کہا کہ سیال شریف اور گولڑہ شریف سے فتویٰ لاؤ تو ہم مان لیں گے۔مولانا کامل الدین پہلے سیال شریف اور پھر گولڑہ شریف حاضر ہوئے ہر دو مقامات سے سنہری تحریریں حاصل کیں مولانا لکھتے ہیں:

''احقر گولڑہ شریف پہنچا صوفی غلام نبی کی وساطت سے حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین سے ملاقات ہوئی۔سب واقعہ بیان کیا گیا۔انہوں نے مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الحدیث جامعہ عباسیہ بہاولپور اور خلیفہ خاص حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کو جو اتفاقیہ وہاں آئے ہوئے تھے حکم دیا کہ آپ میری طرف سے ان کو لکھ دیں۔انہوں

نے جو الفاظ لکھے وہ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہیں۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

میرا مذہب یہ ہے کہ دیوبند کے علماء مسلمان ہیں اور دین کا کام کر رہے ہیں جو شخص ان کے حق میں کچھ برا کہتا ہے اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ میرے والد قبلہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی تھا۔''

جناب پیر کرم شاہ ازہری صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف مدیر اعلیٰ ''ضیاء حرم'':

خانقاہ عالیہ چشتیہ سیال شریف سے مستفیض ہیں عالم و فاضل ہیں۔ مکتوب بنام مولانا کامل الدین رتو کالوی، پچاس سطور کی تحریر سے کچھ اقتباس ملاحظہ ہوں:

''حضرت مولانا قاسم العلوم کی تصنیف لطیف ''تحذیر الناس'' کو متعدد بار غور و تامل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا۔''

''جہاں تک فکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا قدس سرہٗ کی یہ نادر تحقیق کئی شپرہ چشموں کے لیے سرمہ بصیرت کا کام دے سکتی ہے، فریفتگانِ سامان مصطفوی ﷺ تو ان بے قرار دلوں اور بے تاب نگاہوں کی وارفتگیوں میں اضافہ کا ہزار سامان اس کتاب میں موجود ہے۔''

مولانا! خاتم النبیین ﷺ کی آیات کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ختم نبوت کے دو مفہوم ہیں ایک وہ ہے جہاں تک عوام کی عقل و خرد کی رسائی ہے اور دوسرا وہ ہے جسے خواص ہی خداداد نور فراست سے سمجھ سکتے ہیں۔

ختم نبوت کا یہ ہمہ گیر مفہوم جو مبدا و مآل اور ابتداء اور انتہاء کو اپنے دامن میں سمیٹے

ہوئے ہے اگر اُمتِ مرزائیہ وغیرہ کی سطح سے بلند ہو تو اس میں کسی کا کیا قصور؟

حضرت پیر جماعت علی شاہ:

حضرت مولانا قاری طیب صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت پیر جماعت علی شاہ اپنے مریدوں کے ساتھ کراچی سے بحری جہاز میں حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے اسی جہاز میں، میں بھی معہ اپنے رفقاء اور علمائے دیوبند کے سوار ہوا۔ نماز کے وقت دونوں طبقات کے حضرات میں کانا پھوسی ہوئی کہ نماز کون پڑھائے گا۔

مجھے جب پیر جماعت علی شاہ صاحب کی موجودگی کا علم ہوا تو میں نے احباب سے کہا کہ جب اذان ہو تو مجھے مطلع کر دینا چنانچہ اذان کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پیر صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ پیر صاحب نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اور تین بار میری پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا مجھے معلوم ہوا تھا کہ قاری طیب بھی اس جہاز میں ہیں۔ میں نے سوچا نہیں آئے ورنہ نماز کے بعد میں خود تم سے ملنے آنے والا تھا۔ اتنے میں صفیں درست ہوئیں میں پیچھے کی صف میں کھڑا ہو گیا کہ پیر صاحب نماز پڑھائیں لیکن پیر صاحب نے فرمایا قاری طیب نماز پڑھائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی موجودگی میں ایک طالب علم نماز پڑھائے یہ اچھا نہیں لگتا آپ بزرگ ہیں تو حضرت پیر صاحب نے فرمایا قاری طیب تم علم کے سمندر ہونے کے باوجود میرے عزیز ہو لہٰذا میں حکماً کہتا ہوں کہ تم نماز پڑھاؤ۔ میں نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد پیر صاحب نے اعلان فرمایا کہ جدہ تک قاری طیب صاحب ہی نماز پڑھائیں گے، یہ ہماری خوش نصیبی ہے۔ (عرفانِ حیات)

محترم قارئین حضرات! علمائے دیوبند کی سیرت و کردار اور دینی خدمات کو عوام و خواص

اور جن علماء ومشائخ طریقت نے خراج تحسین پیش کیا ہے ان کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ ان کے بیان سے ایک پوری کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ پچھلے صفحات میں ہم نے کچھ علماء اور مشائخ طریقت کے خیالات، تاثرات اور تعلقات کا ذکر کیا ہے جو ان کے اور علماء دیوبند کے درمیان تھے۔ ان میں زیادہ تر وہ علماء اور مشائخ طریقت ہیں جن کو بہت سے فروعی مسائل میں علماء دیوبند سے اختلاف تھا مگر وہ عناد، تعصب اور نفسانیت سے بری تھے اور جانتے تھے کہ یہ اختلاف فروعی مسائل میں ہے اسلام کے بنیادی مسائل توحید، رسالت، آخرت، حشر نشر میں نہیں اور یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے بہت سے مسائل میں صحابہ کرام میں تھا۔ خلفائے راشدین میں تھا۔ اور فقہ کے چاروں اماموں میں ہے کہ ایک امام ایک چیز کو جائز اور حلال کہتا ہے دوسرا اس کو ناجائز اور حرام اس کے باوجود کفر کی نسبت کوئی کسی کی طرف نہیں کرتا۔

امام مصر لیث بن سعد کے حوالے سے یحییٰ بن سعید القطان نے کتنی پختہ بات نقل کی ہے۔ یعنی لیث کہا کرتے تھے:

''فتویٰ دینے والے لوگ ہمیشہ سے فتویٰ دیتے ہوئے اگرچہ کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام ٹھہراتے چلے آرہے ہیں لیکن ان فتویٰ دینے والوں میں سے کسی کو نہیں پایا گیا کہ حرام قرار دینے والے یہ سمجھتے ہوں کہ حلال کا فتویٰ دینے والے تباہ ہو گئے۔ (یعنی دین سے نکل گئے، کافر ہو گئے) اسی طرح حلال قرار دینے والوں نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ اس مسئلے کے متعلق حرام کا فتویٰ دینے والے ہلاک ہو گئے (یعنی کافر ہو گئے)''

حضرت شیخ احمد جامی ناقصی (۴۴۰-۵۵۶) فرماتے ہیں:

''جو شخص مسلمانوں کے طریقے پر چلتا ہے اس کو کافر کہنے سے احتراز کیا جائے۔ اس لیے کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں لہٰذا اے خبر نہ رکھنے والو! خدا سے نہ ڈرنے والو! فتویٰ دینے والو! اگر تم کو علم تقویٰ اور عقل ہوتی تو تم کسی مسلمان کے کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیتے اس لیے کہ کسی کے دل سے کوئی واقف نہیں ہے کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ اے بے احتیاط لوگو! اس فتویٰ دینے سے ہاتھ روک لو۔ اللہ تعالیٰ اس کے نبی اور تمام انبیاء علیہم السلام تمہارے دشمن ہوں گے اور ایک دن ہوگا کہ یہ کیا ہوا سامنے آئے گا اور میں تحقیق اور یقین سے فتویٰ دیتا ہوں کہ جو شخص کسی مسلمان کے لیے کفر کا فتویٰ دیتا ہے وہ اس کی ذمہ داری سے نہیں نکل سکتا۔ (یعنی اس سے باز پرس ہوگی) حق تعالیٰ ان کو سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ (خلاصة المقامات: صفحه ۲۳)

علمائے دیوبند بریلوی حضرات کی تکفیر نہیں کرتے:

بہاولپور میں ایک عورت کا شوہر قادیانی ہو گیا تھا عورت نے شوہر کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے فسخ نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ مقدمے کے دوران مرزائی وکیل نے کہا بریلوی دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں اور دیوبندی بریلوی حضرات کو کافر کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت علامہ سید انور شاہ کاشمیری نے جواب دیا:

"میں بطورِ وکیل تمام جماعت دیوبند کی جانب سے گزارش کرتا ہوں کہ حضرات دیوبند بریلوی حضرات کی تکفیر نہیں کرتے۔ مسلمانوں اور مرزائی مذہب والوں میں قانون کا اختلاف ہے جبکہ علمائے دیوبند اور علمائے بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے۔ قانون کا نہیں۔ چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی مسلمان کلمہ کفر کسی شبہ کی بنا پر کہتا ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔" (حیات انور : صفحہ ۳۳۴)

قارئین حضرات! اب ہم پھر اپنے موضوع کی طرف واپس آتے ہیں یعنی

"تہمت وہابیت علمائے دیوبند کی طرف"

تیسرا باب

...... علمائے دیوبند کا طرزِ عمل

...... عقائد

...... مکتوبات

...... مواعظ

...... ملفوظات

...... اقوال

...... اور

...... فتاویٰ وغیرہ

...... جو سب وہابیت کے خلاف ہیں

قارئین حضرات! مختلف لوگ مختلف تہمتیں اور بہتان علمائے دیوبند پر لگا کر گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (اللہ ان کو ہدایت دے) اگر کسی سے پوچھا جائے کہ بھائی یہ بات آپ کو کہاں سے معلوم ہوئی؟ تو جواب ملتا ہے جی مدت سے یہی سنتے آرہے ہیں گویا اس حدیث کے مصداق بنتے ہیں ''جھوٹے کے لیے یہی کافی ہے کہ سنی ہوئی بات کو آگے بڑھا دے۔'' (بغیر تحقیق)

یہ بہتان کچھ اس طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ دیوبندی حضرات درود نہیں پڑھتے۔

۲۔ گستاخِ رسول ہیں، بے ادب ہیں۔

۳۔ فاتحہ اور ایصالِ ثواب کو نہیں مانتے۔

۴۔ توسل اور وسیلہ کو ناجائز کہتے ہیں۔

۵۔ بزرگوں کے مزارات پر نہیں جاتے۔

۶۔ اولیاء اللہ اور بیعت وغیرہ کے منکر ہیں۔

۷۔ گیارھویں کو ناجائز کہتے ہیں۔

۸۔ تقلیدِ شخصی کے خلاف ہیں۔

اب ہم ان بزرگوں کی کتابوں سے ان تہمتوں کے متعلق کچھ اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے آپ پر خود ظاہر ہو جائے گا کہ یہ حضرات ان تہمتوں سے بالکل بری ہیں۔

پہلی تہمت ''درود نہیں پڑھتے'':

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے سیرت طیبہ پر ایک کتاب بنام '' نشر الطیب

فی ذکر النبی الحبیب" تالیف فرمائی۔ابتداء میں لکھتے ہیں:

یہ گرسنۂ رحمت غفار وتشنۂ شفاعت سید الابرار ﷺ عاشقان نبی مختار ومحبان حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ ایک مدت سے احباب کی فرمائش تھی کہ حضور پرنور ﷺ کے کچھ حالات مبارکہ قبل نبوت اور بعد نبوت صحیح روایات کے ساتھ تحریر کیے جائیں۔ اس وجہ سے اور زیادہ آمادگی ہوئی کہ آج کل فتن ظاہری جیسے طاعون، زلزلہ، گرانی اور مختلف حوادث سے عام لوگ اور فتن باطنی جیسے کثرتِ بدعات، الحاد اور فسق وفجور سے خاص لوگ پریشان ہیں۔

ایسے آفات کے اوقات میں علمائے اُمت ہمیشہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ذکر مبارک وتالیف روایات اور معجزات اور کثرتِ صلاۃ وسلام سے توسل کرتے رہے ہیں۔میرے قلب پر بھی یہ بات وارد ہوئی کہ اس کتاب میں حضور ﷺ کے حالات وروایاتِ مبارکہ ہوں گے اور جابجا اس میں درود شریف بھی لکھا ہوگا۔جب پڑھنے اور سننے والے اس کی کثرت کریں گے تو کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان پریشانیوں سے نجات دیں۔چنانچہ اسی وجہ سے احقر آج کل درود شریف کی کثرت کو اور دوسرے وظائف پر ترجیح دیتا ہے۔

حضور ﷺ کا نام مبارک سن کر درود پڑھنا تقاضۂ طبیعت کے بالکل موافق ہے۔اگر کسی کو حضور ﷺ کا محسن ہونا ہی نہ معلوم ہو وہ اگر درود کو طبیعت کے موافق نہ سمجھے تو نہ سمجھے۔مگر اس علم کے بعد کہ حضور ﷺ ہمارے محسن ہیں اور بہت بڑے محسن ہیں خود بخود تقاضا ہوگا کہ آپ کے احسانوں کا بدلہ دیا جائے جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ آپ کو دعا ہی دیں مگر خود دعا کس طرح دیں ہم کو آپ کے درجہ اور مرتبے کا علم ہی نہیں اور خود تصنیف کر کے دعا کرنے

میں سخت بے ادبی کا اندیشہ تھا۔

بتائیے! کہ اندر سے تو دل تقاضہ کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کے احسان کا بدلہ دیں اور آپ کو دعا دیں مگر بے ادبی کے اندیشے سے خود دعا بھی نہیں کر سکتے ایسے وقت میں جو آیت ﴿صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ نازل ہوئی ہوگی تو عاشقانِ رسول کا دل کیا ٹھنڈا ہوا ہوگا کہ الحمد للہ! ہم کو اپنے محسن کے احسان کا بدلہ ادا کرنے کا طریقہ معلوم ہو گیا تو یہ حکم کس قدر سہل ہے کہ بالکل جذباتِ انسانی کے مطابق ہے۔

پھر عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ درود پڑھنے سے ثواب نہ ملتا کیونکہ اس کو تو خود تمہاری طبیعت چاہ رہی تھی تو درود پڑھ کر تم نے اپنی خواہش کو پورا کیا اور اپنا دل ٹھنڈا کیا۔پھر ثواب کس چیز کا مانگتے ہو۔مگر یہ خدا کی رحمت در رحمت ہے کہ اس پر ثواب کا بھی وعدہ ہے تاکہ ثواب کا سن کر اور زیادہ سہولت ہو جائے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ایک بار درود پڑھے اس پر حق تعالیٰ دس بار رحمت فرماتے ہیں، دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔(مواعظ اشرفیہ)

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ بیعت کرتے وقت اپنے مریدین کو دیگر وظائف وذکر کے علاوہ درود شریف پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے کہ کم اَز کم تین سو مرتبہ درود شریف روزانہ ضرور پڑھا جائے اگر اتنا نہ ہو سکے تو ایک تسبیح میں تو کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔آپ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا بڑا احسان ہے پھر آپ پر درود بھیجنے میں بھی اگر بخل ہو تو بڑی محرومی اور بے مروتی کی بات ہے۔(تذکرہ الرشید: صفحہ ۱۱۶)

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "درود تنجینا" کی اجازت مجھے شاہ عبدالغنی

صاحب رحمہ اللہ نے دی تھی کہ مشکلات میں ایک جلسہ میں ہزار مرتبہ پڑھا جائے۔ چنانچہ بعض مہمات میں ہم نے پڑھا بھی ہے اور خدا تعالیٰ نے نجات دی۔ شاہ عبدالغنی صاحب نے بسکون نون اجازت دی ہے اور غالباً شیخ مخدوم بخش رام پوری نے بہ تشدید نون اجازت دی ہے۔ اس کے بعد عام حاضرین جلسہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تم سب کو اس کی اجازت دیتا ہوں۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ کو دیکھا کہ اپنی خانقاہ کی چوکھٹ کو پکڑے ہوئے کھڑے ہیں اور درود شریف اس طرح پڑھ رہے ہیں جیسے کوئی کسی کو سناتا یا تعلیم کرتا ہے۔ وہ درود شریف یہ ہے:

”اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ“.

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے اس درود شریف کو بکثرت پڑھا اور بہت برکات دیکھیں۔

ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور میں کسی آیت کا مطلب حضور ﷺ سے پوچھ رہا ہوں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ”بیان القرآن“ میں دیکھو۔ تفسیر بیان القرآن حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی ہے۔

یہ خواب مولانا تھانوی کو لکھا تو آپ نے فرمایا:

”بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست“

یعنی اس خوشخبری پر اگر میری جان بھی قربان ہو تو روا ہے پھر ساری رات لیٹے نہیں درود

شریف پڑھتے رہے۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کو ان کے مخالفین وہابی کہتے تھے ہم نے ایک واقعہ ان کا پچھلے صفحات میں بھی لکھا ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

کبیر والا ملتان میں ایک مرتبہ آپ کی تشریف آوری کی تقریب تھی کثرت سے لوگ استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ مخالفین متلاشی تھے کہ کوئی موقع ملے تو اس تقریب میں رخنہ ڈالیں۔ آخر چند لوگ منتظم کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو ولی اللہ ہوتا ہے اگر وہ سو رہا ہو اور اس کے قریب درود شریف پڑھا جائے تو وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے آج تمہارے مرشد کا امتحان لینا ہے۔ منتظم صاحب کہتے ہیں کہ یہ سن کر میرا تو سر چکرا گیا کہ یہ کون سا معیارِ ولایت ہے خدایا تو ہی لاج رکھنے والا ہے۔ ابھی اس فکر میں غلطاں تھا کہ ایک شور بلند ہوا حضرت آ گئے مولانا حیات خانیوال والوں نے بڑھ کر استقبال کیا اور مخلوق دیوانہ وار مصافحہ کے لیے ٹوٹ پڑی۔ فراغت کے بعد ایک درخت کے نیچے آپ کی چار پائی بچھا دی گئی اور آپ آرام فرمانے لگے۔ ابھی آپ سوئے ہوئے تھے کہ وہی مخالفین حضرات آ گئے۔ میرے پورے جسم میں سنسنی پھیل گئی اور پسینہ سے شرابور ہو گیا کہ اچانک حضرت اقدس لاہوری ہڑبڑا کر یہ فرماتے ہوئے اُٹھ بیٹھے: ”بھائی! درود شریف ادب و احترام سے باوضو ہو کر پڑھنا چاہیے“ یہ سن کر وہ لوگ حیران اور تعجب میں ڈوب گئے دل کے ساتھ ہی ان کی زبان نے گواہی دی کہ واقعی یہ اللہ والے بزرگ ہیں۔ یہ سن کر میں خوشی سے رونے لگا اور خدا کا شکر بجا لایا۔ (خدام الدین اولیاء نمبر : صفحہ ۶۰۵،۶۰۶)

ایک مرتبہ مولانا ولایت حسین صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے

دریافت کیا کہ حضرت نماز میں درود شریف کے اندر "سیدنا" کا لفظ ملانا چاہیے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا ضرور ملانا چاہیے۔ انہوں نے عرض کیا کہ کسی روایت میں "سیدنا" کا لفظ نہیں پایا گیا۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لفظ "سیدنا" نہیں فرمایا ہو مگر ہمیں یہی زیبا ہے کہ ملائیں۔ (تذکرۃ الرشید: صفحہ ۱۹۱)

مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ ایک زمانے میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شوق مجھ پر اس درجہ غالب ہوا کہ کھانا پینا کم ہو گیا اور درود شریف کی اتنی کثرت کرنے لگا کہ صبح شام کی غذا کا کام بھی یہی دیتا تھا چہرہ زرد پڑ گیا اور جسم لاغر ہو گیا۔ لوگ پوچھا کرتے میاں رشید احمد! کیا بیمار ہو اور میں چپ ہو رہتا۔ آخر کچھ دنوں کے بعد خواب میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مونڈھے پر رونق افروز ہیں میں جو ادھر سے گزرا تو آپ نے مجھے حکم دیا "فلاں افیونی کو بلا لاؤ" میں تعمیل حکم کے لیے چلا اس وقت میں حالتِ جنابت میں تھا خواب میں خیال ہوا کہ پاک صاف ہو کر حضرت کے حضور میں جانا چاہیے چنانچہ جیسے ہی طہارت میں مشغول ہوا آنکھ کھل گئی۔ (تذکرۃ الرشید: صفحہ ۳۱۷)

دوسری تہمت: "گستاخ اور بے ادب ہیں":

۱- حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے متعلق لکھا ہے کہ جب آپ کلیر شریف حضرت علاء الدین صابر کلیری قدس سرہٗ کے مزار شریف کی زیارت کے لیے جاتے تھے تو ابھی کافی فاصلہ ہوتا کہ آپ جوتے اتار کر ہاتھ میں لے لیتے تھے اور پیدل چل کر درگاہ شریف میں داخل ہوتے تھے۔ قارئین! غور فرمائیں جو شخص ولی کا اتنا ادب کرتا ہے وہ نبی کا کتنا ادب کرتا ہو گا؟

۲- **سوال:** قرآن شریف کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن شریف کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا درست ہے، قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اس کی جتنا بھی تعظیم ہو بجا ہے۔

سوال: قرآن شریف کے اوراق کو بے تعظیمی سے بچانے کے لیے کیا کیا جائے؟

جواب: پانی میں یا کسی شئے میں گھول کر پی لے یا پھر ادب سے پاک کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسی جگہ دفن کر دے جہاں کسی کا پاؤں نہ پڑے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

۳- یہ ایک فطری امر ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز اچھی لگتی ہے بزرگوں کے تبرکات کا ادب اسی اصول کے تحت ہوتا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ، تبرکات کے نہایت قدر دان اور ادب کرنے والے تھے۔ مقام ابراہیم کا ٹکڑا آپ کے پاس تھا جس کو خدام کی خواہش پر آپ صندوقچی سے نکال کر پانی میں ڈال کر نکال لیتے اور پانی کو مجمع پر تقسیم کر دیتے۔ جس وقت اس کی زیارت کراتے تو خوشی سے باغ باغ ہو جاتے۔ بیت اللہ شریف کی مقدس چوکھٹ کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی آپ کے پاس تھا۔ اس کی قدر دانی اور محبت اس سے بھی زیادہ تھی۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کا عطا فرمایا ہوا جبہ بھی آپ کے پاس تھا یہ بھی تبرکات کے صندوق میں رہتا تھا۔ جس وقت آپ اس کو نکالتے تو اول خود دست مبارک میں لے کر اپنی آنکھوں سے لگاتے۔ پھر دوسروں کو سر پر رکھنے کا موقع عطا فرماتے اور یوں فرماتے کہ اس کو کئی سال حضرت صاحب نے پہنا اور پھر مجھے خصوصیت کے ساتھ عطا فرمایا اس حکم کے ساتھ کہ اس کو پہننا سو کبھی کبھی تعمیل ارشاد کو پہنا کرتا ہوں۔

۴- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہی کا اثر تھا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی حرمین شریفین کے خس وخاشاک تک کو محبوب سمجھتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مدینہ شریف کی کھجوروں کی گٹھلیاں پسوا کر صندوقچے میں رکھ لیتے اور کبھی کبھی سفوف بنا کر پھانکا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے لوگ حرمین شریفین کی چیزوں زم زم کے ٹین اور کھجور کی گٹھلیوں کو بے ادبی سے پھینک دیتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے۔ ایک مولوی صاحب کو ایک مرتبہ مدنی کھجور کی پسی ہوئی گٹھلی عطا فرمائی کہ اسے پھانک لو ایک مرتبہ مدینہ شریف کی املی بھی دی اور ایک مرتبہ مدینہ الرسول کی مٹی عطا فرمائی کہ لو اس کو کھالو انہوں نے کہا کہ حضرت مٹی کھانا تو سنا ہے حرام ہے، آپ نے فرمایا: ''میاں وہ مٹی اور ہوگی''

۵- حضرت مولانا رشید احمد صاحب فرماتے تھے کہ جب میں ابتداء میں گنگوہ کی خانقاہ میں آکر مقیم ہوا تو ادب کی وجہ سے خانقاہ میں بول و براز نہ کرتا تھا بلکہ باہر جنگل میں چلا جاتا تھا کہ یہ شیخ (شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ) کی جگہ ہے۔ حتیٰ کہ لیٹنے اور جوتے پہن کر چلنے پھرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ (حکایاتِ اولیاء)

۶- کسی شخص نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو ہدیہ میں ایک کپڑا پیش کیا اور کہا میں مدینہ سے آپ کے لیے لایا ہوں۔ آپ نے اس کپڑے کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ ایک طالب علم نے کہا حضرت یہ کپڑا تو غیر ملکی ہے مدینہ میں نہیں بنتا آپ نے فرمایا اسے دیارِ محبوب کی ہوا تو لگی ہے نا۔

۷- حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کو ایک شخص نے سبز رنگ کا نہایت

خوبصورت جوتہ ہدیہ میں پیش کیا آپ نے اس کو سنت کی نیت سے قبول تو فرمالیا مگر کبھی پہنا نہیں۔ کسی کے پوچھنے پر فرمایا قاسم کو زیب نہیں دیتا کہ گنبدِ خضریٰ کا رنگ بھی سبز ہو اور میرے جوتے کا رنگ بھی سبز ہو۔ یہ میرے نزدیک بے ادبی کی بات ہے۔

۸- ایک صاحب نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ نعل شریف کے عکس کو چومنے اور سر پر رکھنے کے مشروع ہونے پر دلیل شرعی کیا ہے؟ حضرت نے جواب دیا اگر ادب محبت اور شوق طبعی سے کوئی ایسا کرے تو کوئی حرج نہیں ایسے امورِ طبعیہ کے جواز کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں خلاف دلیل نہ ہونا ہی کافی ہے۔

(بوادر النوادر)

۹- مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نامزد جبہ شریف جو جلال آباد میں ہے اور اپنے اکابر سے اس کی تصدیق وجدانی سنی ہے جب بھی تھانہ بھون آتا ہے تو اگرچہ اس مکان کی طرف جہاں وہ رکھا جاتا ہے پاؤں کرنا جائز ہے مگر غلبہ ادب کی وجہ سے غالب احوال میں اس کی طرف پاؤں نہیں کرسکتا۔ (اشرف السوانح جلد دوم)

۱۰- ملفوظ نمبر ۱۱۲ الافاضات الیومیہ:

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلدین بڑے ہی بے ادب ہوتے ہیں ان میں بیباکی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ بعضوں کو دیکھا بالکل روکھے روکھے ہر بات میں کھرا پن چہروں پر ذرا ملاحت نہیں۔ یہ تو ظاہری رنگ ہے اور باطنی رنگ یہ کہ فہم میں عمق نہیں (عشق ومحبت کے سوز وگداز سے خالی) اس پر ایک حکایت یاد آئی کہ ہمارے حاجی صاحب رحمہ اللہ سے مکہ معظمہ میں ایک غیر مقلد عالم کی گفتگو ہوئی۔ حضرت نے ان سے پوچھا تھا کہ مدینہ

طیبہ جانے کا ارادہ ہے یا نہیں۔اس پر وہ نہایت خشکی سے کہنے لگے کہ مدینہ جانا کچھ فرض تو نہیں جس کا اتنا اہتمام کیا جائے۔حاجی صاحب نے فرمایا بے شک فتوے سے تو فرض نہیں مگر عشق ومحبت کی رو سے تو فرض ہے۔پھر حاجی صاحب نے فرمایا معلوم بھی ہے کہ بنائے ابراہیمی تو قبلہ ہو۔بنائے داؤدی وسلیمانی قبلہ ہو اور حضور کی بناء قبلہ نہ ہو۔وہ ضرور قبلہ بنائی جاتی مگر فرمایا حضور کی شان عبدیت کے غلبہ سے حکمتِ الٰہی نے اس کو منظور نہیں فرمایا ورنہ سب قبلے منسوخ ہو کر حضور کی مسجد قبلہ ہوتی۔اس پر کہنے لگے خیر حضور کی مسجد کی زیارت کے قصد سے جانے کی فضیلت مسلم ہے باقی قبر شریف کے ارادے سے سفر نہ کرنا چاہیے۔حاجی صاحب نے فرمایا اس مسجد کا شرف تو حضور ہی کے طفیل ہے تو جس کی اصلی فضیلت ہو اس کا تو قصد جائز نہ ہو اور جس کی فضیلت فرعی اور طفیلی ہو اس کا جائز ہو یہ عجیب بات ہے غرض یہ مکالمہ بڑا طویل تھا میں نے مختصر بیان کیا ہے۔

۱۱- فرمایا کہ حضور ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر کسی نے صرف لفظ صلعم قلم سے لکھ دیا یا زبان سے درود وسلام نہیں پڑھا تو میرا گمان یہ ہے کہ واجب ادا نہیں ہوگا۔مجلس میں چند علماء بھی تھے انہوں نے اس سے اختلاف کیا اور عرض کیا کہ آج کل لفظ صلعم پورے درود پر دلالت تامہ کرنے لگا ہے اس لیے کافی معلوم ہوتا ہے۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا میرا اس میں شرح صدر نہیں ہوا اور اصل بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ جیسے محسن عظیم کے معاملے میں اختصار کی کوشش اور کاوش ہی کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔(ملفوظ مجالس حکیم الامت)

۱۲- حج کے بعد جب زیارتِ نبی کریم ﷺ کی نیت سے حضرت مولانا محمد قاسم

نانوتوی کا قافلہ جس میں بڑے بڑے اکابرین بھی ساتھ تھے مدینہ شریف کے قریب بیر علی پر پہنچا تو جیسے ہی مسجد نبوی کے مینار سامنے نظر آئے تو مولانا نانوتوی ایک دم اونٹ سے اچھل کر زمین پر گر گئے اور اپنے جوتے اتار کر اونٹ کے کجاوے میں رکھے اور عاشقانہ اشعار پڑھتے ہوئے برہنہ پا چلنے لگے۔راستے میں چھوٹے چھوٹے کنکر مسلسل پاؤں میں لگنے سے خون نکلنے لگا مگر آپ اپنے حال میں مست تھے۔دیکھا دیکھی کچھ اور قافلے کے لوگوں نے بھی جوتے اتار دیے مگر وہ دھوپ اور نوکیلے کنکروں کی تاب نہ لا سکے کوئی پچاس قدم کوئی سو قدم کے بعد چل کر رک گیا۔مگر مولانا نانوتوی حرم شریف تک اس مستانہ چال سے چلتے رہے یہاں تک کہ حرم شریف میں داخل ہو گئے۔(خطبات طیب)

۱۳- حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے پوچھا حضرت! قبر میں شجرہ رکھنا کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا درست ہے مگر میت کے کفن میں نہ رکھے دیوار میں طاق کھود کر رکھ دے۔مولانا تھانوی نے پھر پوچھا اس سے کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: ہاں! ہوتا ہے۔پھر فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب کے کوئی مرید تھے ان کے پاس شاہ صاحب کا جوتا تھا۔انتقال کے وقت انہوں نے شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ کو وصیت کی کہ یہ جوتے میرے قبر میں رکھ دیے جائیں۔چنانچہ ان کی وصیت پوری کی گئی۔

۱۴- ''زبدۃ المناسک'' میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے زیارتِ مدینہ کا باب جو لکھا ہے ہم اس کو بہت مختصر کر کے یہاں لکھتے ہیں:

اب جان لے! کہ زیارت روضۂ مطہرہ سرورِ کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کی مستحبات

میں سب سے افضل ہے بلکہ بعض نے اس کو قریب واجب کے لکھا ہے۔

غرض جب مدینہ شریفہ کا عزم ہو تو بہتر یوں ہے کہ نیت زیارت قبر شریف کی کر کے جاوے تا کہ مصداق اس حدیث کا ہو جائے کہ جو کوئی میری زیارت کو آوے شفاعت اس کی مجھ پر حق ہو گئی۔ جب مدینہ منورہ کو چلے تو راہ میں درود شریف کی کثرت کرتا رہے جب وہاں کی عمارات نظر آئیں تو درود پڑھ کر کہے:

"اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ فَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ."

اور مستحب ہے کہ غسل کرے یا وضو اور کپڑے پاک صاف اور اچھا لباس پہنے نئے کپڑے ہوں تو بہتر ہے۔ خوشبو لگائے اور سواری سے اتر کر پیادہ ہو جائے اور خشوع و خضوع اور تواضع جس قدر ہو سکے فروگزاشت نہ کرے عظمتِ مکان کا خیال کرتے ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے جب مدینہ مطہرہ میں داخل ہو تو کہے:

﴿رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ﴾

پھر بہت سی نصیحتیں کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

پھر روضہ شریف کے پاس حاضر ہو اور سرہانہ کی دیوار کے کونے میں جو ستون ہے اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے کچھ بائیں طرف مائل ہو کر تاکہ چہرہ مبارک کے خوب مواجہ ہو جاوے اور حضرت ﷺ کی لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کیے ہوئے تصور کرے اور کہے۔

(یہاں حضرت نے دس سطروں میں صلاۃ وسلام کے صیغے لکھے ہیں)

پھر حضرت ﷺ کے وسیلے سے دعا کرے اور شفاعت چاہے اور کہے:

"يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَى اللّٰهِ فِيْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ."

ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادتی کرے مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں اس کے بعد آپ نے مزید نصیحتیں کی ہیں کہ کہاں کہاں مسجد میں نماز پڑھی جائے۔ درود شریف کی کثرت، بقیع کے قبرستان کی زیارت، شہدائے اُحد کی زیارت اور مسجد قبا میں نماز کی ادائیگی اور اس کے بعد جب رخصت ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کر روضہ مبارک پر حاضر ہو اور وہی صیغے سلام کے دہرائے جو ابتداء میں کہے تھے اور پھر بادیدہ تر وہاں سے رخصت ہو۔

(زبدۃ المناسک)

۱۵- حضور ﷺ کی شان مبارک و اقدس میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

لمؤلفه

یہ اشعار مؤلف کے ہیں

یا شفیع العباد خذ بیدی — انت في الإضطرار معتمدی
دستگیری کیجئے میرے نبی — کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
لیس لی ملجأ سواك اغث — مسنی الضر سیدی سندی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ — فوجِ کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
غشنی الدهر یا ابن عبدالله — کن مغیثا فأنت لی مددی

ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف — اے میرے مولا خبر لیجئے مری

لیس لی طاعة ولا عمل — بید حبیك فهو لی عتدی

کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس — ہے مگر دل میں محبت آپ کی

یا رسول الالہ بابك لی — من غمام الغموم ملتحدی

میں ہوں بس اور آپ کا در یارسول — ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جد بلقیاك في المنام وكن — ساترا للذنوب والفند

خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے — اور مرے عیبوں کو کر دیجئے خفی

أنت عاف ابر خلق الله — ومقیل العثار واللدد

درگزر کرنا خطا و عیب سے — سب سے بڑھ کر ہے یہ خصلت آپ کی

رحمة للعباد قاطبة — بل خصوصا لكل ذی أود

سب خلائق کیلئے رحمت ہیں آپ — خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی

لیتني كنت ترب طیبتكم — فالتشمت النعال ذاك قدی

کاش ہوجاتا مدینہ کی میں خاک — نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی

فاصلی علیك بالتسلیم — متحفا عند حضرة الصمد

آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا — حضرت حق کی طرف سے دائمی

بعداد الرمال والأنفاس — والنبات الكثیر منتضد

جس قدر دنیا میں ہیں ریت اور سانس — اور بھی ہے جس قدر روئیدگی

وعلى الال كلهم أبدا — بالغا عند منتهى الأمد

اور تمہاری آل پر اصحاب پر — تابقائے عمر دارِ اُخروی

تیسری تہمت: ”بزرگوں کے مزارات پر نہیں جاتے“:

۱- پچھلے صفحات میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی جب کلیر شریف حضرت خواجہ علاء الدین صابر قدس سرہٗ کی زیارت کو جاتے تھے تو ابھی درگاہ شریف کافی دور ہوتی کہ آپ جوتے اتار کر ہاتھ میں لے لیتے تھے اور برہنہ پا باادب درگاہ شریف میں داخل ہوتے تھے۔

۲- آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ جب اجمیر شریف درگاہ خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے گئے تھے تو وہاں آپ نے درگاہ کے مجاوروں کو مٹھی بھر بھر کر روپے دیے تھے جس پر ان لوگوں نے کہا تھا کہ اتنا روپیہ تو آج تک ہم کو کسی نے نہیں دیا۔

۳- حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں شاہ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ کے مزار شریف پر کافی عرصے تک بیٹھا ہوں اور شاہ صاحب نے مجھے تعلیم بھی دی ہے اور جو کچھ مجھے نفع ہوا ہے وہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ اور حضرت شاہ عبد القدوس صاحب ہی کا طفیل ہے۔ (تذکرہ الرشید)

۴- شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے بچپن کے زمانے میں کسی کے ساتھ خواجہ علاء الدین صابر قدس سرہٗ کے عرس میں کلیر شریف گیا اس دن مزار کو غسل دیا جانا تھا اور میں اتفاق سے مزار شریف کے قریب ہی کھڑا تھا کہ اچانک سقہ آیا اور اس نے ایک دم مزار پر اپنی مشک کا منہ کھول دیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں کا ریلہ اندر آ گیا میں چونکہ بچہ تھا اس لیے اس ہجوم کی وجہ سے پانی میں گر گیا اور تمام کپڑے پانی

میں تر ہو گئے جب میں باہر آیا تو لوگوں نے میرے تمام کپڑے اتار کر ننگا کر دیا اور اس کا پانی نچوڑ کر تبرک سمجھ کر پی گئے۔ پاجامہ کا پانی بھی نچوڑ کر پی گئے جو یقیناً ناپاک تھا۔

(حکایاتِ اولیاء)

۵۔ کسی نے سوال کیا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب سے کہ اولیاء اللہ کے مزارات سے فیض حاصل کرنے کا بطورِ صوفیہ کیا طریقہ ہے؟ اگر ان کے مزار پر جائیں تو کیا کرنا چاہیے تاکہ ان کے فیض روحانی سے طالب فائدہ اٹھائے۔

جواب: اوّل کچھ قرآن پڑھ کر ان کو ایصالِ ثواب کرے پھر آنکھیں بند کر کے تصور کرے کہ میری روح اس بزرگ کی روح سے متصل ہوگئی ہے اور اس سے احوال خاصہ منتقل ہو کر میری روح کو پہنچ رہے ہیں۔ (بوادر النوادر: صفحہ ۸۵)

٦۔ حضرت مولانا گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ بعض صوفی اولیاء اللہ کے مزار پر آنکھ بند کر کے (مراقبہ) میں بیٹھتے ہیں اور سورۂ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو ان بزرگوں سے فیض حاصل ہوتا ہے اس بات کی کچھ اصل بھی ہے۔ جواب دیا کہ اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر نیت بہ خیر ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

۷۔ **سوال:** منصور کہ جن کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے زمانے میں سولی دی گئی تھی ان کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: منصور معذور تھے، بے ہوش ہو گئے تھے ان پر کفر کا فتویٰ دینا بے جا ہے۔ ان کے بارے میں سکوت بہتر ہے۔

سوال: منصور جن کو دار پر چڑھایا گیا تھا آپ کے نزدیک ولی ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کون سی منزل میں تھے قربِ نوافل یا قربِ فرائض، اگر ولی نہیں تو کس دین میں ہیں؟

جواب: بندے کے نزدیک وہ ولی تھے اور منازل ولایت سے بندہ ناواقف ہے اور بزرگوں کے درجات کو جاننا میرا اور آپ کا کام نہیں۔ کلام اپنے مرتبہ سے کرنا لازم ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: صفحہ ۱۰۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کسی صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگایا ان کو خبر نہیں تھی کہ یہاں قبر ہے اس میں معلوم ہوا کوئی شخص سورۂ ملک پڑھ رہا ہے وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اس واقعہ کی خبر دی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت حفاظت کرنے والی اور نجات دینے والی ہے یعنی مردہ کو عذاب الٰہی سے نجات دلاتی ہے۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے کشفِ قبور کا وقوع معلوم ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید سننا موجبِ نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان صحابی کو صاحبِ قبر کے واسطے سے پہنچا۔ اس سے اہل قبور کے فیضان کا ثبوت ملتا ہے۔

(التکشف: صفحہ ۴۱۱)

چوتھی تہمت: ”توسل اور وسیلے کے منکر ہیں“:

سوال: اکثر آدمی اپنے سلسلہ کا شجرہ صبح و شام پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے؟

جواب: شجرہ پڑھنا درست ہے کیونکہ اس میں اولیاء اللہ کے وسیلے سے حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

سوال: نبی یا ولی کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کیسا ہے؟ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بعد وفات حضور ﷺ سے وسیلہ نہ لینا اور بجائے حضور ﷺ کے آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے وسیلہ لینا باتفاق مسلَّم ہے اور فتاویٰ سراجیہ میں اس کو منع لکھا ہے۔

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بعد وصال نبی علیہ الصلوٰۃ الی یوم القیام کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کرنا ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ بعد وصال کے حضور ﷺ سے توسل فی الدعا ممنوع ہو گیا تھا۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو دلالۃ النص وعبارۃ النص یا اشارۃ النص یا اقتضاء النص کے طریق سے کسی طریقے سے ثابت کرے کہ یہ حدیث اس امر پر کیونکر دال ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو خود اس واقعہ میں بھی توسل حضور ﷺ ہی سے تھا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ."

یہاں بھی درحقیقت حضور ﷺ ہی سے توسل تھا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس توسل بالنبی ﷺ کی تقویت کے لیے آگے کیا تھا۔ اس کے علاوہ حدیث توسل آدم علیہ السلام بسیدنا محمد ﷺ صحیح سند سے ثابت ہے اور آدم علیہ السلام کا قول "یَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِیْ الخ" بیہقی نے دلائل نبوت میں بسندِ صحیح اس کو روایت کیا ہے۔

پس اولیاء و انبیاء کے ساتھ توسل جائز ہے۔ ہاں استغاثہ جائز نہیں اور جن لوگوں نے توسل باولیاء و انبیاء کو ممنوع کہا ہے انہوں نے توسل اور استغاثہ میں فرق نہیں سمجھا۔

(امداد الاحکام: ۱/۱۳۴)

سوال: زید کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا اولیاء اللہ بھی بروزِ قیامت اپنے اپنے مقدور کے موافق شفاعت کر سکتے ہیں آیا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

جواب: جب حدیث کی رو سے حافظ قرآن ہونے کی اتنی فضیلت ہے کہ اپنے خاندان کے دس گناہ گاروں کی شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی تو جو لوگ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ اور بھی اسباب ولایت رکھتے ہیں مثلاً صحبتِ رسول یا امامت و اجتہاد یا احیاء دین اور اصلاحِ اُمت وغیرہ تو وہ تو اس سے زیادہ درجہ کے مستحق ہیں۔ (امداد الاحکام: صفحہ ۱۳۵)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اکثر اہل محبت وعقیدت کا معمول ہے کہ مقبولانِ الٰہی کے ملبوسات اور استعمال کی ہوئی چیزوں کے وسیلے سے برکت حاصل کرتے ہیں اور حدیث میں اس کا ثبوت ہے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں بیمار ہوا میرے پاس رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کے لیے پیادہ تشریف لائے اور مجھ کو بے ہوش پایا، حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈال دیا اور میں ہوش میں آ گیا روایت کیا اس کو بخاری، مسلم اور ترمذی نے۔

(التکشف: صفحہ ۲۷۹)

عطر الوردہ میں قصیدہ بردہ کی برکات میں لکھا ہے کہ صاحبِ قصیدہ یعنی امام عبداللہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بوصیری قدس سرہٗ کو فالج ہو گیا تھا جس سے نصف بدن بیکار ہو گیا انہوں نے بالہامِ ربانی یہ قصیدہ تصنیف کیا۔ رات کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور ﷺ نے اپنا دستِ مبارک ان کے بدن پر پھیرا تو یہ فوراً

شفایاب ہوگئے۔ یہ اپنے گھر سے نکلے تھے کہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی اس نے درخواست کی کہ مجھ کو وہ قصیدہ سنا دیجئے جو آپ نے مدح نبوی ﷺ میں کہا ہے۔ امام بوصیری کو تعجب ہوا کیونکہ اس کی اطلاع انہوں نے کسی کو بھی نہیں دی تھی۔ اس درویش نے کہا واللہ! میں نے اس قصیدے کو اس وقت سنا ہے جب یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پڑھا جارہا تھا اور آپ ﷺ خوش ہو رہے تھے۔ انہوں نے وہ قصیدہ اس درویش کو دے دیا۔

اس واقعہ کی شہرت ہوگئی اور خبر بہاء الدین وزیر ملک ظاہر کو پہنچی تو اس نے قصیدہ کو نقل کرایا وہ اور اس کے گھر والے اس کے وسیلے سے برکت حاصل کرتے تھے اور انہوں نے بڑے بڑے آثار اس کے اپنی دنیا کے کاموں میں دیکھے۔ سعد الدین خارقی جو کہ توقیع نگار وزیر مذکور کا تھا آشوب چشم میں مبتلا ہوا قریب تھا کہ آنکھیں جاتی رہتیں کسی نے خواب میں کہا کہ وزیر کے پاس جا اور قصیدہ بردہ آنکھوں سے لگا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور حق تعالیٰ نے اس کی بینائی درست فرمادی۔

اور رسالہ نیل الشفا مؤلفہ احقر (مولانا تھانوی رحمہ اللہ) میں حضور ﷺ کے نقشۂ نعل شریف کی برکات وخواص مذکور ہیں جب صرف ان الفاظ میں جو کہ آپ کے مدح اور تعریف کی صورت اور مثال ہیں اور پھر ان نقوش میں جو کہ ان الفاظ پر دال ہیں اور اس ملبوس میں جو کہ آپ کی نعال ہیں اور پھر ان نقشوں میں جو کہ ان نعال کی تمثال ہیں یہ دولت پائے لازوال اور نعمت پائے بے مثال ہے سو خود آپ ﷺ کی ذات مقدس مجمع کمالات و جامع البرکات سے توسل حاصل کرنا اور اس کے وسیلے سے دعا کرنا کیا کچھ نہ ہوگا۔

(نشر الطیب مؤلفہ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

پانچویں تہمت: ”ایصالِ ثواب اور فاتحہ کے منکر ہیں“:

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے جس میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی سے کہا تھا کہ مسجد عشار میں وہ دو یا چار رکعت نماز پڑھے اور یہ کہہ دے کہ یہ ابوہریرہ کی طرف سے ہے۔ (حدیث شریف طویل ہے) اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ظاہر ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پڑھنا اور یہ کہنا کہ یہ ابو ہریرہ کی طرف سے ہے، بجز اس کے اور کوئی معنی نہیں کہ اس کا ثواب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے۔ اس سے ایصالِ ثواب کے متعلق دو امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ جس طرح عباداتِ مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے اس طرح عباداتِ بدنیہ کا بھی پہنچتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح میت کو ثواب پہنچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہنچتا ہے کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت زندہ تھے۔ اور متبرک مقامات میں عبادت کا اہتمام بھی اس حدیث سے ثابت ہے۔ (التکشف: صفحہ ۴۱۸)

ایک شخص نے مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ کسی بزرگ کی قبر پر شیرینی لے جانا اور فاتحہ پڑھ کر تقسیم کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

آپ نے جواب دیا اگر بنام خدا ہے اور بزرگ کو ایصالِ ثواب مقصود ہے تو کچھ قباحت نہیں اور اگر اس بزرگ کے نام ہے تو حرام ہے جیسا کہ اکثر جاہل لوگ کرتے ہیں۔

(تذکرہ الرشید: صفحہ ۲۹۱)

ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک روز شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ کے ایصالِ ثواب کے لیے کھانا پکوایا تھا اس روز حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خواب

میں دیکھا کہ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ (تذکرۃ الرشید: صفحہ ۳۱۷)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اپنے اکابر و مشائخ کے لیے ایصالِ ثواب ضرور کیا کرو اس سے ان کی ارواح متوجہ ہوتی ہیں اور ان کے فیوض و برکات نصیب ہوتے ہیں۔ حاجی عبدالرحمٰن نومسلم میرے تایا کے زمانے میں اسلام لائے تھے انہوں نے چچا جان کے انتقال کے بعد یہ معمول بنایا تھا کہ سورۂ یٰسین اور دو رکعت نماز پڑھ کر ان کو ایصالِ ثواب کر دیا کرتے تھے ایک روز خواب میں دیکھا کہ چچا جان کہہ رہے ہیں کہ تم مجھے ثواب پہنچاتے ہو اور میرے اکابر کو چھوڑ دیتے ہو اس سے مجھے بہت شرم آتی ہے۔ (صحبت با اولیاء)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب بنام حافظ وجیہ الدین لکھتے ہیں:

''ایصالِ ثواب اگرچہ ایک مٹھی چنے ہی ہوں مگر کسی کو عزت اور توقیر کے ساتھ دینا چاہیے اور اس طرح کہ ایک روٹی آدمی سے کہہ کر کسی کو دیدی تو یہ بے توقیری ہے، پلاؤ کی رکابی بھی اگر کسی فقیر کو اس طرح دے تو بے توقیری ہے اور ایک ٹکڑا خشک روٹی کا اپنا پاس بٹھا کر عزت سے کھلانا عزت کی بات ہے۔

اب تم کچھ دو چار آنہ یا کم زیادہ کچھ طعام مقرر کر کے سب اہل سلسلہ کے تمام اولیاء اللہ کے نام پر ایصالِ ثواب کر کے کسی حاجت مند کو باادب دے دیا کرو کچھ ضرورت تاریخ مقرر کرنے کی نہیں جس روز چاہو۔ (مکاتیب رشیدیہ)

(قارئین حضرات اس مکتوب کو غور سے پڑھیں اور پھر ان بزرگوں پر بے ادب اور منکر فاتحہ ہونے کی تہمت پر بھی غور فرمائیں)

ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ بتاتے ہوئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میت کے لیے ایصالِ ثواب کو کون منع کرتا ہے البتہ اس کا صحیح طریقہ بتایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مقصود تو ثواب ہے اور ثواب موقوف ہے خلوص پر اور رسم کے اتباع اور تفاخر کے اظہار میں خلوص کہاں ہو سکتا ہے؟ اور خلوص کی صورت میں بھی ایک صورت کو دوسری پر ترجیح ہے بیان اس کا یہ ہے کہ ثواب کھانے کپڑے اور نقد سب کا پہنچتا ہے۔ اب دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ چھپا کر خاموشی سے اہل حاجت کو دے دیا جائے دوسری صورت یہ کہ کھانا پکوا کر لوگوں کو کھلایا جائے لیکن اس صورت میں ریا یا اظہارِ تفاخر ہو تو یہ لغو اور فضول ہے کہ خرچ بھی کیا اور میت کو ثواب بھی نہیں پہنچا۔ آج کل کی رسموں میں یہی عادت غالب ہے۔ عام طور پر یہی خیال غالب ہوتا ہے کہ اگر کچھ نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ فلاں کے وارثوں نے کچھ بھی نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ چھپا کر مخفی طریقے سے ایصال ثواب کرنے کو جی قبول نہیں کرتا تو ایسی صورت میں ایصالِ ثواب کیسے ہوگا؟ (الافاضات الیومیہ حصہ پنجم)

اور اس بات سے تو مولوی احمد رضا خان بریلوی بھی متفق ہیں چنانچہ آپ کے ملفوظات میں ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ زید اپنی زندگی میں اپنے لیے صدقہ اور ایصالِ ثواب کر سکتا ہے، آپ نے جواب دیا: ہاں کر سکتا ہے محتاجوں کو چھپا کر دے، یہ جو عام رواج ہے کہ کھانا پکایا جاتا ہے اور تمام اغنیاء اور برادری کی دعوت ہوتی ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے محتاجوں کو چھپا کر دینا اعلیٰ اور افضل ہے۔ (ملفوظات حصہ سوئم)

اس عاجز راقم الحروف کا بھی برسوں سے یہ معمول ہے کہ روزانہ ایک پارہ قرآن

شریف تلاوت کرتا ہے اور اس کا ثواب اپنے مشائخ سلسلہ اور والدین کو ہدیہ کرتا ہے۔ ایک مرتبہ رمضان شریف میں بہ حالتِ اعتکاف خواب میں دیکھا کہ والد صاحب حافظ قرآن ہو گئے ہیں اور میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ اب آپ روزانہ ایک پارہ پڑھ کر اس کو دہرایا کریں اور میں سماعت کیا کروں گا۔

چھٹی تہمت: ''اولیاء اللہ کو نہیں مانتے'':

قارئین! اس سلسلے میں کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ حضرات خود اولیاءِ کاملین کا درجہ رکھتے ہیں۔

لاکھوں کروڑوں حضرات ان کے معتقد اور مرید ہیں جو دنیا کے ہر خطے میں موجود ہیں اور دین کی خدمت کر رہے ہیں سینکڑوں خانقاہیں آباد ہیں جہاں ذکر کے حلقے اور تزکیہ نفس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف اور دیگر علوم پر ہزاروں کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں ہزاروں ایسی شخصیات ہیں جو علم وعمل، زہد وتقویٰ، استقامت و دیانت و ذہانت کے رواں دواں چشمے تھے۔ اس جماعت نے لاکھوں گمراہ انسانوں کو دیندار، متقی اور اللہ والا بنا دیا۔ برصغیر پاک و ہند کا کوئی شہر گاؤں یا علاقہ ایسا نہیں جہاں دار العلوم دیوبند سے فیض یافتہ حضرات کوئی دینی مدرسہ یا دینی خدمت نہ انجام دے رہے ہوں تبلیغی جماعت کے دم قدم سے اب دنیا کی کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اللہ کا نام نہ پہنچا ہو اور ان کے مبلغ نہ پہنچے ہوں دنیا کے ہر شہر میں ان کے مراکز ہیں۔ الغرض ان حضرات نے اسلام کے صحیح عقائد ونظریات کی تعلیم وتبلیغ اور اشاعت کے سلسلے میں پوری دنیائے اسلام کی مسلمہ تشریحات کے ایسے چراغ جلائے ہیں جن سے آج کرۂ ارض کے دور دراز علاقے اور

ظلمت کدے منور ہو رہے ہیں۔

قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ تینوں سلسلے کے حضرات ان میں ہوئے ہیں مگر زیادہ تر علمائے دیوبند سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ سے منسلک ہیں چونکہ قطب عالم شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ سے یہ حضرات ارادت رکھتے ہیں اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صابریہ سلسلے کے بہت بڑے شیخ اور ولی کامل تھے۔ ان حضرات کی کھلی کرامت تبلیغی جماعت ہے جس کو حق تعالیٰ نے وہ کامیابی، شہرت، اثر اور اعجاز بخشا ہے جو دنیا میں بہت کم جماعتوں کو نصیب ہوا ہے۔ ان کی بے ریا اور پرخلوص محنت سے ہزاروں مسلمان نیک اور اللہ والے بن گئے، ہزاروں گمراہ راہِ راست پر آ گئے، سینکڑوں غیر مسلم یورپ میں اسلام کے حلقے میں نہ صرف داخل ہوئے بلکہ اسلام کے سچے مبلغ بن گئے۔

اس سلسلے میں یوں تو سینکڑوں اولیاء اللہ ہوئے ہیں لیکن جو بہت مشہور ہوئے اور جن کا فیض اقصائے عالم میں پھیلا ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

۱- حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ
۲- حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ
۳- حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
۴- حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ
۵- حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ
۶- حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ
۷- حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۸- حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ

۹- حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۰- حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۱- حضرت مولانا انور شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲- حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۳- حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۴- حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۵- حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوری رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۶- حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۷- حضرت مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۸- حضرت مولانا ابوسعد رحمہ اللہ تعالیٰ کندیاں شریف

۱۹- حضرت مولانا ابوالخیر مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ دہلی

۲۰- حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۱- حضرت مولانا عبدالمالک صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۲- حضرت مولانا غلام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ بٹ گرام

۲۳- حضرت مولانا علی مرتضیٰ صاحب ڈیروی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۴- حضرت مولانا زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۵- حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۶- حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۷- حضرت مولانا پیر ہاشم جان سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۸- حضرت مولانا غلام حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ چکوال

۲۹- حضرت مولانا غلام النصیر عرف بابا چلاس رحمہ اللہ تعالیٰ ایبٹ آباد

۳۰- حضرت مولانا سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ بالاکوٹ

یہ چند نام جو میرے ذہن میں تھے میں نے تحریر کیے یہ وہ بزرگ تھے جن کے زہد و تقویٰ کی داستانیں اور کشف و کرامات کے قصے مستند کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور جن کے دریائے فیض سے ایک زمانہ سیراب ہوا اور آج بھی ان حضرات کے اجازت یافتہ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور تزکیہ نفس اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کی کوششوں میں دن رات مصروف ہیں۔

ساتویں تہمت: ”نیاز، فاتحہ، گیارہویں کو منع کرتے ہیں“:

سوال: گیارہ تاریخ کو نذر اللہ کر کے غرباء کو کھانا کھلا سکتے ہیں؟

جواب: اگر دن اور طعام کا کوئی تعین لازم نہیں سمجھا تو ایصالِ ثواب کی نیت سے گیارہویں کو نوشہ کرنا درست ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ)

آٹھویں تہمت: ”تقلیدِ شخصی کے قائل نہیں“:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین درباب تقلیدِ شخصی آیا یہ واجب ہے یا جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ شرک یا بدعت ہے؟

جواب: تقلید مطلق فرض ہے: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا

تَعۡلَمُوۡنَ﴾ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض قرار دیا ہے اور تقلید کے دو فرد ہیں ایک شخصی کہ سب مسائل ضرور یہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے۔ دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کرلیوے اور آیتِ شریفہ اپنے اطلاق کے سبب دونوں قسم کی تقلید کی اجازت دیتی ہے۔ دونوں قسم کی تقلید مامور من اللہ اور حق تعالیٰ کی طرف سے فرض ہیں۔ جس قسم کی تقلید پر کوئی عمل کرے گا حق تعالیٰ کے فرض حکم کا حامل ہوگا۔ جو شخص تقلیدِ شخصی کو جو مامور من اللہ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل اور گمراہ ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ : صفحہ ۲۰۶)

سوال: تقلیدِ شخصی کے وجوب کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ﴿فَسۡئَلُوۡٓا أَهۡلَ الذِّكۡرِ إِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾

اور نا اتفاقی ہونا اور لا اُبالی ہوجانا عوام کا بہ سبب عدم تقلید کے دلیل وجوب شخصی کی ہے کہ اس میں انتظام عوام ہے۔

سوال: قرونِ ثلاثہ میں تقلیدِ شخصی کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب: تقلیدِ شخصی خود قرآن شریف سے ثابت ہے تو پھر قرونِ ثلاثہ کی کیا پوچھ ہے:

قوله تعالیٰ: ﴿فَسۡئَلُوۡٓا أَهۡلَ الذِّكۡرِ إِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾

(فتاویٰ رشیدیه)

قارئین حضرات! جن مسائل پر اہل دیوبند پر کفر کے فتوے دیے گئے مثلاً: علم غیب، حضور کا حاضر ناظر ہونا، میلاد شریف، نور اور بشر، امکان کذب، امکان نظیر وغیرہ ان کے متعلق کچھ کہنا ہمارا موضوع نہیں ہے۔ یہ عالمانہ بحث ہے اور اس کے متعلق سینکڑوں کتابیں

دونوں طرف سے لکھی جا چکی ہیں۔ جو صاحب حقیقت کے متلاشی اور حق معلوم کرنے کے خواہش مند ہیں وہ ان کتابوں کا مطالعہ کریں اس کتاب کا موضوع صرف یہ تھا کہ ہمارے بہت سے دینی بھائی عناد سے یا بدگمانی اور غلط فہمی سے وہابیت کی تہمت اہل دیوبند پر لگا کر بہتان جیسے گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں ان کو حقیقتِ حال بیان کر کے اس گناہ سے بچایا جائے۔ تو الحمدللہ! جہاں تک ہم سے ہوسکا ہم نے علمائے دیوبند ہی کی کتابوں سے اقتباس لے کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ حضرات اس بہتان سے بالکل بری ہیں۔ جامع شریعت وطریقت پکے حنفی اہل سنت والجماعت ہیں۔ سلسلہ تلمذ شاہ ولی اللہ کے خاندان سے اور سلسلہ ارادت مشائخ طریقت چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ سے رکھتے ہیں۔ عقائد میں اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ کے متبع اور اعمال وفروع میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں۔

وہابیت کی تہمت لگانے والوں میں سے اگر کوئی شخص اس کتاب کو پڑھ کر بھی اپنے قول سے رجوع نہ کرے تو اس کے لیے سوائے دعا کے ہم اور کیا کر سکتے ہیں کہ اللہ اس کو معاف کرے اور ہدایت دے لیکن یہ یاد رہے کہ بہتان لگانے کی شرعی سزا دنیا میں حدِ قذف ہوتی ہے یعنی کوڑے لگائے جاتے ہیں اور آخرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ ہمارے سینوں کو نفرت، عداوت، بغض، تعصب اور کینے سے پاک وصاف کردے۔

قارئین کرام! اس باپ کی مسرت اور شادمانی کا تصور کیجیے جس کی اولاد میں آپس میں محبت ہو اتفاق و اتحاد ہو۔ یک دلی اور یکجہتی ہو ایک دوسرے کے غمخوار اور مددگار رہوں بالکل

اسی طرح ایک نبی اپنی اُمت کو دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اُمت مسلمہ کے مختلف طبقوں اور مسالک کے درمیان اتحاد و اتفاق اور عقیدت واحترام آنحضرت ﷺ کی راحت اور شادمانی کا سبب ہے اس اتفاقِ اُمت سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور آپس کا فتنہ وفساد، عداوت و نفرت سے یقیناً آپ کو تکلیف پہنچتی ہے بندہ عاجز و گنہگار نے یہ کتاب بھی اسی نظریہ کے تحت لکھی ہے کہ اگر اس کے مطالعہ سے کچھ بھائیوں کا سوءظن حسن ظن سے بدل جائے تو یہ یقیناً ہمارے نبی کریم ﷺ کی راحت اور خوشی کا باعث ہوگا اور وہ لوگ خود بھی تہمت اور بہتان جیسے کبیرہ گناہ سے پاک ہو جائیں گے۔

ایک حقیقت کا اعتراف:

مسلک دیوبند پر وہابیت کے الزام کی تردید میں پوری کتاب ثبوت اور دلائل کے ساتھ لکھنے کے باوجود بندہ اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ جس طرح مسلک بریلوی کے کچھ لوگ دانستہ یا نادانستہ کھلے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں یعنی اہل قبور کو سجدہ کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، بوسے دیتے ہیں اور اپنی حاجتیں اور مشکلوں میں ان سے براہِ راست مدد مانگتے ہیں، ان کے نام کی قربانی کرتے ہیں، ان کے نام کی نذر مانتے ہیں اور کسی کو نفع و نقصان پہنچانے میں اولیاء اللہ کو خود مختار سمجھتے ہیں اور اس قسم کی دوسری حرکتیں کرتے ہیں جن کا ثبوت بڑی بڑی درگاہوں اور مقبروں میں جا کر ہر کوئی معلوم کرسکتا ہے حالانکہ یہ سارے غیر شرعی کام مسلک بریلوی کے علماء حضرات کے نزدیک بھی حرام ہیں جیسا کہ مولوی احمد رضا خان کی کتابوں فتاویٰ اور ملفوظات سے ظاہر ہے مگر اس کے باوجود لوگ ان جاہل لوگوں کی ان غیر شرعی حرکات کو بریلوی مسلک کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں بالکل اسی طرح

مسلک دیوبند کے لباس میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جن میں وہابیت کے جراثیم پائے جاتے ہیں اور ان میں مختلف مکتبِ خیال کے لوگ ہوتے ہیں مثلاً غیر مقلد، اہل حدیث، چکڑالوی، جماعت اسلامی اور کیماڑی والے اور کچھ بے پڑھے لکھے مسلک دیوبند رکھنے والے لوگ چنانچہ ان سب کے اقوال وحرکات اور عقائد کو بھی لوگ مسلک دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں جبکہ اس کتاب سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ دیوبند مسلک کے علماء ان لوگوں کے اقوال وحرکات سے بالکل بری ہیں۔ لہٰذا دوستوں اور بھائیوں سے درخواست ہے کہ کسی پر کوئی الزام یا حکم لگانے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کر لینی چاہیے خواہ وہ بریلوی مسلک کا ہو یا دیوبندی مسلک کا۔ هِيَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوىٰ.

اوصاف اولیاءِ دیوبند

خدا یاد آوے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل سبحانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہیں کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہیں کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہر گز نہ کپڑوں کو لگے پانی

بحمد اللہ! ہماری کتاب تمام ہوئی۔ حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور اللہ کے رسول ﷺ اس سے راضی ہوں۔

سبحٰن ربك رب العزة عما يصفون. وسلام على المرسلين. والحمد لله رب العلمين. وصلى الله تعالىٰ على خير خلقهٖ محمد وآلهٖ وأصحابهٖ أجمعين برحمتك يا ارحم الرٰحمين.

نثار احمد خان فتحی

۱/۱-۵۲، فیڈرل بی ایریا، کراچی


فضائل اعمال


موت سے واپسی کے
ایمان افروز واقعات


نصر الباری
صحیح البخاری




موت کا منظر


آپ بیتی


حیاۃ الصحابہ
اردو
جلد اول



